صراطِ مستقیم اور اللہ کے راستے

تالیف

فقیر مرغوب الحق گنگوہی

تفصیلات

نام کتاب: صراطِ مستقیم اور اللہ کے راستے

تالیف: فقیر مرغوب الحق گنگوہی

☆

☆

☆

☆

☆

☆

☆

☆

☆

☆

تعداد کتاب/ ۱۰۰۰/ صفحات/ ۷۶/ سن اشاعت اول/ ۱۴۴۰ھ

فہرست عناوین

☆ عرضِ مؤلف	۷
☆ صراطِ مستقیم کا مصداق	۸
☆ دین مبارک ہی صراطِ مستقیم ہے	۹
☆ انشراحِ صدر کسے کہتے ہیں	۱۰
☆ ممنوعات سے بچنا ہی صراطِ مستقیم ہے	۱۱
☆ شرک سے بچو	۱۲
☆ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو	۱۳
☆ اولاد کو قتل نہ کرو	۱۳
☆ زنا کے قریب مت جاؤ	۱۴
☆ شیطانی حملے کہاں کہاں سے ہوتے ہیں	۱۴
☆ قتل نہ کرنا	۱۴
☆ یتیم کا مال نہ کھانا	۱۵
☆ ناپ تول میں کمی نہ کرنا	۱۵
☆ صحیح بات کہنا	۱۶
☆ وعدہ پورا کرنا	۱۶
☆ شریعت پر چلنا	۱۷
☆ اوامرِ الٰہیہ پر عمل کرنا ہی صراطِ مستقیم ہے	۱۹

فہرست عناوین

☆........انبیاء اور اولیاء کی معیّت کیسے حاصل ہوتی ہے..........	۲۰
☆........اعتصام باللہ ہی صراطِ مستقیم ہے....................	۲۱
☆........عبادت ہی صراطِ مستقیم ہے.......................	۲۱
☆........سبیل اللہ کیا ہے..........................	۲۲
☆........سبیل اللہ عام ہے..........................	۲۳
☆........دفاع عن الاسلام اللہ کا راستہ ہے..................	۲۳
☆........راہِ خدا میں محنت ومجاہدہ کرنا ضروری ہے............	۲۵
☆........راہِ خدا میں دعا کا اہتمام کرنا ضروری ہے...........	۲۶
☆........راہِ خدا میں خرچ کرنا ضروری ہے.................	۲۷
☆........اللہ پاک نے بندوں کی جانیں اور مال خرید لی ہیں......	۲۹
☆........فائدہ: جدید اسلحہ جنگ کی اہمیت...............	۳۰
☆........سبیلِ طاغوت کیا ہے........................	۳۱
☆........طلبِ علم ومعرفت بھی سبیل اللہ ہے..............	۳۳
☆........مدارس بھی اللہ کا راستہ ہیں..................	۳۴
☆........خانقاہ بھی اللہ کا راستہ ہے..................	۳۵
☆........نماز کیلئے جانا بھی اللہ کا راستہ ہے..............	۳۶

فہرست عناوین

☆......زکوٰۃ بھی اللہ کا راستہ ہے..............................	۳۷
☆......حج بھی اللہ پاک کا راستہ ہے..............................	۳۸
☆......حلال طریقہ سے مال حاصل کرنا بھی سبیل اللہ ہے......	۴۰
☆......سبیل اللہ کے متعلق علماء کے اقوال..............................	۴۲
☆......سبیل اللہ سے مراد مکمل دین ہے..............................	۴۴
☆......سبیل اللہ کا مصداق توحید ہے..............................	۴۴
☆......ایمان کی ساری شاخیں سبیل اللہ ہیں..............................	۴۵
☆......صراطِ عزیز وحمید کیا ہے..............................	۴۶
☆......شریعت وسنت اللہ کا راستہ ہے..............................	۴۹
☆......دعوت وتبلیغ بھی اللہ کا راستہ ہے..............................	۵۰
☆......دعوتِ دین کے دو طریقے..............................	۵۱
☆......دعوت بالموعظۃ الحسنۃ..............................	۵۱
☆......دعوت بالمجادلہ یعنی مناظرہ..............................	۵۱
☆......انبیاء کی دعوت اولاً توحید کی طرف تھی..............................	۵۲
☆......حکمت کے ساتھ دعوت دینا..............................	۵۲
☆......بصیرت کے ساتھ دعوت دینا..............................	۵۳

فہرست عناوین

☆........ دعوت الی اللہ کی مختلف صورتیں........................	۵۴
☆........ موذن بھی داعی ہے..	۵۵
☆........ رسولِ پاک ﷺ کی تبلیغ کا انداز........................	۵۶
☆........ دعوت کی دوصورتیں بالکتاب و بالخطاب................	۵۶
☆........ توحید کی دعوت عام ہے....................................	۵۹
☆........ غلوفی الدین کی ممانعت..................................	۶۵
☆........ خود نبیوں کو ہدایت دینے والا کون ہے..................	۶۷
☆........ اگر نبیوں کے ہاتھ میں ہدایت ہوتی تو ہر شخص ایمان والا ہو جاتا..	۶۸
☆........ ہدایت وحی کے ذریعہ سے آتی ہے........................	۶۹
☆........ رسولوں کو اللہ پاک نے ہدایت دیکر بھیجا..............	۷۰
☆........ ہدایت کے معنیٰ..	۷۰
☆........ آپ ﷺ بھی جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے......	۷۰
☆........ ہدایت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے......................	۷۲
☆........ ہدایت اللہ کے ذکر سے آتی ہے..........................	۷۳
☆........ انبیاء اور اولیاء کی ہدایت کرنے کا مطلب راستہ دکھانا ہے..	۷۵
☆........ خلق، ہدایت، کھانا پینا، مرض وشفا دینا موت وحیات دینا سب اللہ کے اختیار میں ہے....................	۷۶

عرض مؤلف

فی زمانا ''اللہ کے راستہ'' کا مفہوم محدود سمجھ لیا گیا ہے، جبکہ اس کا مفہوم ومضمون بہت جامع اور حاوی ہے، اسی فکر کولیکر یہ مختصر سی گذارشات دوستوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، اللہ پاک ہم سب کوعدل وانصاف کے ساتھ سمجھنے کی توفیق عطافرمائیں آمین، والسلام۔

فقیر مرغوب الحق گنگوہی

۳رشوال المکرم ۱۴۴۰ھ

۷/۷/۲۰۱۹ء

صراطِ مستقیم کا مصداق

صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کا راستہ کیا ہے؟۔

اس سوال کا جواب سب سے عمدہ خود باری عزاسمہ ہی دے سکتے ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں باری تعالیٰ عزاسمہ نے بندۂ مؤمن کو اس کی تعلیم و تفہیم سورۂ فاتحہ ہی میں فرمادی ہے، اللہ نے فرمایا: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ) کہ میرے بندو! مجھ سے دعا کیا کرو، کہ اللہ ہم کو صراطِ مستقیم پر چلا، جس سے ہم سب آپ کی رضا تک پہنچ جائیں اور کامیاب ہوجائیں، اور وہ جنتِ نعیم ہے جو بندۂ مؤمن کی بڑی کامیابی ہے اور اللہ پاک کی رضامندی کی بہترین جگہ ہے، اس سے قبل بندہ نے اقرار اور عہد کیا تھا کہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں تمام کاموں میں، پھر یہاں صراطِ مستقیم کی ہدایت کا سوال کیا ہے، معلوم ہوا کہ یہ دینِ متین پر ثابت قدم رہنے کا سوال ہوا، یعنی خالص باری تعالیٰ کی عبادت کرنا اور صرف اسی سے استعانت اختیار کرنا اور تمام عمر اسی پر چلنے کا، اور ہدایت پر ثابت رہنا انسان کی سب سے بڑی حاجت ہے، یعنی استقامت جس کا سوال انبیاءؑ، صحابۂ کرامؓ، اولیاء سب نے کیا اور وہ سب کیلئے بے حد ضروری ہے۔

حضرت یوسفؑ نے دُعا کی تَوَفَّنِي مُسْلِماً وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ کہ مجھ کو اسلام پر ہی وفات دینا اور صالحین کے ساتھ لاحق فرمانا، فرعون کے

مؤمن جادوگروں نے دُعا کی تَوَفَّنَامُسْلِمِیْنَ اللہ ہماری موت اسلام اور ایمان پر ہی ہو، صحابۂ کرامؓ نے دُعا کی تَوَفَّنَامَعَ الْاَبْرَارْ کہ ہم ابرار و نیک لوگوں کے ساتھ مریں، یہ اس وجہ سے کہ انسان کو اپنے ظاہرِ حال پر فخر نہ کرنا چاہئے اور اعتماد نہ کرنا چاہئے، انجام پر نظر ہونی چاہئے، انجام ابلیس کا کیا ہوا، حالانکہ بڑا عابد وزاہد تھا، بلعم باعورا کا کیا ہوا، حالانکہ بڑا زبردست عالم، فاضل، عابد تھا، العیاذ باللہ تعالیٰ، تو اصل کامیابی جب ہوگی جب ہدایت پر ہی مریں گے۔

دینِ مبارک ہی صراطِ مستقیم ہے

پھر صراطِ مستقیم نام ہے ملتِ اسلام کا، دین مبارک کا، واضح حق کا، چنانچہ ایک طالب بندہ مسافتوں کو قطع کر رہا ہے، طالبِ صادق آفات کو جھیلتا چلا آرہا ہے تاکہ اس کو وصول ہو جائے اور اپنا مقصودِ اصلی مل جائے، وہ رضائے باری عز اسمہ ہے اور صراطِ مستقیم ہے، اسی پر انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین چلے ہیں، اور یہود ''مبغوض''، نصاریٰ جیسے ''ضالین'' سے الگ راستہ ہے۔

الحاصل اس جگہ اللہ کے راستہ کی تعبیر صراطِ مستقیم سے فرمائی گئی اور دوسری بہت سی آیتوں میں ایسا ہی واقع ہوا ہے، چنانچہ آیتِ پاک: فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَھٰذَا صِرَاطُ رَبِّکَ مُسْتَقِیْمًا قَدْفَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ

لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ ○ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ (سورۃ الانعام، آیت:۱۲۶ تا ۱۲۸)۔

ترجمہ: اللہ جس کسی کے لئے ارادہ کرلیتا ہے کہ اسے ہدایت نصیب کردے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جس کے لئے وہ ارادہ کرلیتا ہے کہ اسے گمراہ رکھے اس کے سینہ کو وہ تنگ (اور) بہت تنگ کر دیتا ہے، جیسے اسے آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو، اس طرح اللہ گندگی ڈالے رکھتا ہے ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے، اور یہی تیرے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے آیتوں کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے ان لوگوں کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں، ان کے واسطے سلامتی کا گھر ہے ان کے پروردگار کے پاس اور وہی ان کا دوست ہے، بہ سبب اس کے جو وہ کرتے رہے ہیں (توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

انشراحِ صدر کسے کہتے ہیں

جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ انشراحِ صدر کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: وہ نور جو مؤمن کے قلب میں اللہ پاک ڈالدیتے ہیں جس سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کی کچھ علامات بھی ہوتی ہیں؟ فرمایا: الانابة الى دار الخلود والتجا فی عن دار الغرور والاستعداد للموت قبل نزوله، دارِ خلود یعنی آخرت کی طرف اس کی توجہ ہو جاتی ہے اور دارِ غرور (دنیا) سے اس کو دوری حاصل ہو جاتی ہے اور

وہ موت کے نازل ہونے سے قبل اس کی تیاری شروع کردیتا ہے، یہ بیان جو اس آیتِ کریمہ میں آیا ہے، یہ صراطِ مستقیم ہے، یعنی ہدایتِ الٰہیہ جو اس کو جنت تک پہنچادے گی (روح البیان رص:۱۰۱رج:۳) یہی صراطِ مستقیم ہے جس کا بیان یہاں وارد ہوا ہے۔

ممنوعات سے بچنا ہی صراطِ مستقیم ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام، آیت:۱۵۲تا۱۵۴)۔

ترجمہ: آپ کہئے کہ آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو تم پر تمہارے پروردگار نے حرام کی ہیں (یعنی یہ کہ) اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے رہو، اور اپنی اولاد کو

افلاس (کے خیال) سے ہلاک مت کر دیا کرو، ہم ہی تم کو بھی رزق دیتے ہیں اوران کو بھی، اور بے حیائیوں کے پاس بھی نہ جاؤ (خواہ) وہ علانیہ ہوں اور (خواہ) پوشیدہ، اور جس جان کو اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے اسے قتل مت کرو بجز حق (شرعی) کے اس (سب) کا اللہ نے تمہیں حکم دے رکھا ہے، تاکہ تم عقل سے کام لو، اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریقہ پر جو مستحسن ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہونچ جائے، اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو، ہم کسی شخص پر اس کے تحمل سے زیادہ بار نہیں ڈالتے، اور جب بولو تو عدل (کا خیال) رکھو، اگرچہ وہ (شخص) قرابت دار ہی ہو، اور اللہ سے جو عہد کیا ہے اسے پورا کرو، اس (سب) کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو، اور (یہ بھی کہہ دیجئے) کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے، سو اسی پر چلو، اور (دوسری) راہوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس (سب) کا (اللہ نے) تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ (توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

فائدۂ عظیمہ: ان آیاتِ مبارکہ میں دس احکام مذکور ہوئے ہیں جن پر سب ملتوں کا اتفاق ہے اور تمام اعصار و ادوار میں یہ چیزیں ممنوع و حرام رہی ہیں، تمام علماء، عقلاء نے ان کی مذمت کی ہے، جو ان باتوں پر عمل کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، یعنی اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرے گا وہ کامیاب رہے گا۔

شرک سے بچو

۱)شرک: جو محرمات کا رئیس اور سردار ہے، اسی لئے اسکو سب پر مقدم کیا ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عمل، کوئی بھی اطاعت قبول نہیں ہے اور وہ دو قسم پر ہے(۱) شرکِ جلی، شرکِ ظاہر جیسے بتوں کی عبادت کرنا(۲) شرکِ خفی یعنی ریا کاری رُؤیَۃُ الْاَغْیَارِ مَعَ اللّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ، اللہ کے ساتھ نافع وضار ہونے میں شریک کرنا یا معبود و مطلوب، مقصود و محبوب ہونے میں شریک کرنا۔

والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو

۲)والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ان کے ساتھ ہر بُرے سلوک سے باز رہنا جس سے ان کو ایذا ہو یعنی حقوق، اطاعت، عظمت، خدمت کا خیال رکھنا اور ان کو "اُف" بھی نہ کہنا چہ جائیکہ تکلیف پہنچائی جائے، شرک کے بعد عقوقِ والدین یعنی ان کی نافرمانی سے بچنا بیان کیا، کیونکہ عالمِ ظاہری میں ان کے وجود کا سببِ قریب یہی ہیں۔

اولاد کو قتل نہ کرو

۳)اولاد کو قتل نہ کرنا ہے، فقر و فاقہ کے خوف سے یہ خیال کرے کہ ہم ان کو کہاں سے کھلائیں گے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کھلانے والے تو ہم ہیں، خود تم کو بھی اور ان کو بھی۔

اس میں نسل کُشی کا گناہ مستقل ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ پر بد اعتمادی کا گناہ مستقل ہے جو اللہ تعالیٰ کی تکذیب ہے، وہ فرماتے ہیں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا○ (سورۂ ہود/آیت:٦)۔

ترجمہ: اور کوئی جاندار زمین پر ایسا نہیں کہ اللہ کے ذمہ اس کا رزق نہ ہو (توضیحی ترجمۂ قرآن/ص:٢٦٨)۔

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم　　با پادشاہ بگوی کہ روزی مقدر است

زنا کے قریب مت جاؤ

۴) چوتھا حکم: لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ہے، یعنی زنا اور انواع واسبابِ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، نہ ظاہری طور پر جیسا کہ گھٹیا لوگ اس کے لئے زنا کاری کے اڈوں میں جاتے ہیں اور بد بخت خبیث عورتوں سے منہ کالا کرتے ہیں، اور نہ چپکے سے کہ شریف لوگ دوستیاں کرتے ہیں کہ دوسروں کو خبر نہ ہو جائے اور کام بھی چلتا رہے، العیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

شیطانی حملے کہاں کہاں سے ہوتے ہیں

حضرت ابنِ عباسؓ سے منقول ہے کہ شیطان مرد کے اندر تین جگہوں پر زیادہ وار کرتا ہے (۱) اس کی آنکھوں پر (۲) اس کے دل پر (۳) اس کے ذَکر پر، ان جگہوں سے غلط راستہ میں مبتلا کرتا ہے، اور عورت پر بھی تین جگہوں سے حملے

کرتا ہے: آنکھوں کے راستہ سے، دل کے راستہ سے اور سرین کے راستہ سے، لہذا آنکھوں کی بہت زیادہ حفاظت کرنی چاہئے اور دل ودماغ اور شرمگاہ کی۔

قتل نہ کرنا

(۵) پانچواں حکم کسی ایسے انسان کا قتل ہے جس کے قتل کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے اسلام کی برکت سے اس کو محفوظ الدم کیا، یا عہد کی وجہ سے جیسے ذمی ہے، اسی وجہ سے حدیثِ پاک میں فرمایا کہ: **لایحل دم امرءٍ مسلم الا باحدی ثلث، زنی بعد احصان او ارتداد بعد اسلام او قتل نفس بغیر حق فقتل به** (ترمذی شریف ص:۳۸/ج:۲)۔

قتل میں حق تعالیٰ کے امر کی عظمت کا ترک کرنا ہے، کیونکہ ان کے حکم کے صریح خلاف کیا اور مخلوق پر شفقت کا ترک بھی ہے اور یہ دو باتیں دین کی اصل واساس ہیں، اللہ پاک نے ان پانچوں باتوں کے بعد فرمایا کہ تاکیدی نصیحت اس واسطہ ہے کہ تم سمجھو اور اپنی عقل کا استعمال کرو اور ان برائیوں سے باز رہو۔

یتیم کا مال نہ کھانا

(۶) حکم فرمایا: **لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ** یعنی کسی بھی طرح یتیم کا مال ناحق مت کھاؤ یہاں تک کہ جب وہ اشدِ عمر کو پہنچ جائے، یعنی سمجھداری کے زمانہ کو پالے، یعنی ۲۵/سال کا ہو جائے اور بعض نے فرمایا ۱۸/سال سے ۳۰/تک کا

ہو جائے تو مال اس کے حوالہ کردو، چونکہ وہ بے چارہ عاجز ہے اس لئے اس کے متعلقین اور ذمہ داروں کو اس کا زبردست حکم فرمایا۔

ناپ تول میں کمی نہ کرنا

(۷) ساتواں حکم: یہ ہے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو نہایت انصاف سے یہ سب کام کرو، بِالْقِسْطِ فرما کر تاکیدِ شدید فرمادی گئی ہے، اور لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا فرما کر اشارہ کردیا کہ یہ عدل نہایت مشکل ہے، لہذا اپنی پوری وسعت اس میں خرچ کروتب انصاف کر پاؤ گے، حتی الامکان اس کی رعایت ملحوظ رکھنا اگر قصداً نا انصافی کرو گے تو معاف نہیں ہے، کہتے ہیں کہ ایک شخص کو نزع کے عالَم میں کہا جارہا ہے کہ کلمہ پڑھو مگر وہ منع کر رہا تھا کہ کوئی طاقت مجھ کو پڑھنے سے باز رکھتی ہے، اس کو کہا گیا کہ ٹھیک سے وزن نہ کرتے تھے اس نے کہا کہ ایسا ہی ہے (رُوح البیان رص:۱۱۹)۔

صحیح بات کہنا

(۸) آٹھواں حکم یہ ہے: وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا یعنی جب کسی فیصلہ یا گواہی میں یا ویسے بھی کوئی بات کہو تو اس میں انصاف کا پورا خیال رکھو چاہے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ معاملات کا مدار علیہ حقِ شرع کی اتباع ہے اور مرضیٔ الٰہی کی طلب ہے اور اس میں اپنا اور اجنبی برابر ہے اور عدل کی حقیقت یہ ہے کہ ہر

کام صرف اللہ پاک کیلئے ہو، اس میں کوئی اپنی غرض شامل نہ ہو اور یہ بات ارباب حقیقت کو حاصل ہوتی ہے دُوسرے لوگ تو اغراض کے تابع ہوتے ہیں۔

وعدہ پورا کرنا

(۹) نواں حکم: یہ ہے وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اللہ کے عہد کو پورا کرو، کوئی بھی عہد ہو، چاہے بندوں کے متعلق ہو، یا اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو، اس میں احکاماتِ الٰہیہ اور دو بندوں کے درمیان کے معاملات ایمان و نذر سب داخل ہیں، اس میں توحید سب سے پہلے داخل ہے جو اللہ تعالیٰ سے عہد ہے بندہ کا، جس کو ''عہدِ الست'' کہتے ہیں، پھر فرمایا اس سب کی اللہ تعالیٰ نے خاص تاکید فرمائی ہے۔

شریعت پر چلنا

(۱۰) دسواں حکم: فرماتے ہیں یہ سب جو مذکور ہوا یعنی شریک نہ کرنا، توحید پر قائم رہنا اور نبوت و رسالت پر ایمان لانا، اور شریعت کو ماننا اور اس کی اتباع کرنا یہ (یعنی اوامر پر چلنا، نواہی سے بچنا صراطِ مستقیم ہے) میرا راستہ ہے، میرا مسلک ہے، میری شریعت ہے، شریعت کو ہی طریق کہا جاتا ہے کہ وہ جنت تک پہنچاتی ہے، یہ بالکل سیدھا راستہ ہے اس کی اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلنا ورنہ بھٹک جاؤ گے یہاں تک کہ دوسری گمراہیوں تک پہنچا دے گی، جب یہ آیت نازل ہوئی رسولِ پاک ﷺ نے ایک خط کھینچا اس کے دائیں بائیں بہت سے خطوط کھینچے اور فرمایا درمیان والا خط تو صراطِ مستقیم ہے اور یہ دائیں بائیں والے خطوط گمراہی کے

خطوط ہیں، جہاں ہر جگہ شیطان موجود ہے جو یہاں دنیا میں صراطِ مستقیم سے ہٹا وہ وہاں آخرت میں بھی پُل صراط پر ڈگمگا جائے گا اور ان میں اکثر عورتیں ہیں اور اس زمانہ میں مرد بھی عورتوں کے درجہ میں آچکے ہیں اتباعِ شہوات وخرافات میں، **بدأالاسلام غریباً وسیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء والرجال** ہوگیا ہے۔ روح البیان رص: ۱۲۰رج: ار مشکوٰۃ شریف رص: ۳۰ر پر ایسا ہی ہے۔

(۳) اسی معنیٰ میں ایک دوسری جگہ یہ لفظ اس طرح آیا ہے: **مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ** (سورۂ انعام: ۱۶۱)۔

ترجمہ: جو کوئی نیکی لے کر آئے گا اس کو اس کے مثل دس (نیکیاں) ملیں گی اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا اس کو بس اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

اس جگہ یہ مضمون آیا ہے کہ جو ایک نیکی لائے گا اس کو ہم دس گنا اجر دیں گے اور جو برائی کرے گا اس کو اسی حساب سے بدلہ ملے گا، یعنی ایک برائی کا فقط، یہ اللہ پاک کی رحمت ہے اور پھر فرمایا آپ کفارِ مکہ کو کہئے! (جو اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں وہ حق نہیں، جو تم کرتے ہو کفر وشرک اصنام پرستی وخرافات کرتے ہو) بلکہ ایمان وتوحید اعمالِ صالحہ کا راستہ یہ صراطِ مستقیم ہے جس کی میرے رب نے مجھے ہدایت دی ہے، یہی سیدھا سادہ دین ہے ابراہیمؑ کا جو خالص اللہ پاک کی طرف مائل تھے مشرکوں میں سے نہ تھے۔

(۴) نیز اس آیت: يَهْدِیْ مَنْ يَّشَـآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم (سورۃ بقرہ:۱۴۲) ترجمہ: وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ چلا دیتا ہے (توضیحی ترجمہ قرآن)۔

اتباعِ حق کو صراطِ مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے نہ کہ وہ طریقہ جس کو کفار اپناتے تھے اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کرنے پر اعتراض کرتے تھے۔

اوامرِ الٰہیہ پر عمل کرنا ہی صراطِ مستقیم ہے

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْآ اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ○ وَاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا ○ وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○ (سورۂ نسآء:٦٦ تا ٧٠)۔

ترجمہ: اور اگر ہم نے ان پر فرض کر دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو مار ڈالو یا یہ کہ اپنے وطن سے نکل جاؤ تو اس کو ان میں سے نہ کرتے کوئی مگر بجز تھوڑے سے لوگوں کے، اور اگر یہ (لوگ) وہ کر ڈالتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے حق میں یہ بہتر بھی ہوتا اور انہیں ثابت قدم رکھنے والا بھی، اور اس وقت ہم انہیں ضرور اپنے پاس سے اجرِ عظیم دیتے، اور ہم انہیں (صراطِ مستقیم) سیدھی

شاہراہ دکھا دیتے، اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا (خاص) انعام کیا ہے، یعنی پیغمبر اور اولیاء اور شہدا اور صالحین، اور یہ کیسے اچھے رفیق ہیں، یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ ہی کا علم کافی ہے (توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

فائدۂ عظیمہ: ان آیات میں بتایا گیا کہ اگر بنی اسرائیل نصیحت قبول کرتے تو ان کیلئے بہتر تھا اجرِ عظیم بھی ملتا اور صراطِ مستقیم کی ہدایت بھی ملتی، اور آگے فرمایا گیا کہ اللہ پاک کی اطاعت کرنے والے حضرات ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ پاک کا خصوصی انعام ہوا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین یہ ان پر اللہ پاک کا خاص فضل رہا ہے اور اللہ علم کے حساب سے کافی ہیں سب کو اجر دیں گے۔

انبیاء اور اولیاء کی معیّت کیسے حاصل ہوتی ہے

انبیاءؑ علم، عمل، اخلاق کے کمال تک پہنچے ہیں، پھر صدیقین ہیں جو صدق واخلاص، اقوال وافعال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں، یہاں تک کہ ان کے نفوس عرفان وایقان، ایمان کی بلندیوں تک جا پہنچے، پھر شہداء ہیں طاعت کی حرص نے، حق کے اظہار کی کوشش نے ان کو یہاں تک پہنچایا کہ اپنی جان بھی قربان کر ڈالی اعلاء کلمۃ اللہ فرمایا، پھر صالحین ہیں جنہوں نے تمام عمریں مرضی مولیٰ میں گذار دی، پھر معیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب ایک درجہ میں ہوں گے، متفاوت درجات ہوں، مگر اس کے باوجود ایک دوسرے کی زیارت سے فیض یاب

ہوں گے۔خلاصہ یہ ہے کہ یعنی اگر اہلِ کتاب وعظِ ربانی پر جوان کوان کی کتابوں میں کیا گیا تھا عمل کرتے تو صراطِ مستقیم کی ہدایت الٰہی پاتے ،تو اگر ایسے ہی ایمان والے قرآنی ہدایات پر عمل کریں گے تو صراطِ مستقیم کی حقیقی ہدایت پائیں گے اور "**منعم علیهم**" کی معیت بھی پائیں گے۔معلوم ہوا کہ امرِ الٰہیہ پر عمل ہی صراطِ مستقیم ہے۔

اعتصام باللہ ہی صراطِ مستقیم ہے

نیز آیتِ پاک: **كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** ○(ال عمران:۱۰۱)

ترجمہ:تم کیسے کفر کر سکتے ہو درآنحالیکہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اس کے رسول موجود ہیں ،اور جو کوئی اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے وہ ضرور (صراطِ مستقیم)سیدھی راہ کی طرف ہدایت کیا جاتا ہے(توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

اس میں اعتصام باللہ تعالیٰ کو صراطِ مستقیم سے تعبیر فرمایا اعتصام باللہ اعتصام بکتاب اللہ ہے اور سنت کی شرح ہے،لہذا اعتصام بالکتاب والسنۃ ہوا،جس پر صراطِ مستقیم کا اطلاق ہوا ہے،یعنی اے کفار ومشرکین تمہارا کفر وشرک کرنا تعجب کی چیز ہے،حالانکہ تم پر قرآنِ کریم نازل ہورہا ہے جو معجزہ ہے،اس میں رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مقدس پر تر وتازہ باتیں ،مضبوط براہین،توحید وایمان اتارے جارہے ہیں جو دین کو مضبوط پکڑے گا،جو حق وصواب ہے،جس میں اسلام وتوحید ہے یہی سبیل

اللہ ہے" اللہ کا راستہ" ہے جو اللہ تک پہنچاتا ہے، پس تحقیق اس کو صراط مستقیم کی ہدایت مل گئی جو مطلوب تک جاتا ہے(روح البیان رص:۷۰رج:۴)۔

عبادت ہی صراطِ مستقیم ہے

(۵) نیز آیتِ کریمہ: اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (ال عمران:۵۱)۔

ترجمہ: بے شک اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے، سو اس کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ اور صراطِ مستقیم ہے(توضیحی ترجمہ قرآن)۔

اوپر سے حضرت عیسیٰؑ کا واقعہ چلا آرہا ہے کہ اللہ پاک نے ان کو اپنی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا انہوں نے ان کو توحید و رسالت کی دعوت دی، ایمان اور اعمالِ صالحہ کو سمجھایا، معجزات دکھائے اور حلال و حرام کی تفسیر کی اور پھر فرمایا کہ اے لوگو! اللہ سے ڈرو میں تمہارے پاس شریعت بھی لایا ہوں اور معجزات بھی ظاہر ہوئے ہیں سو اللہ سے ڈرو اور اسی کی اطاعت کرو بے شک میرا اور آپ کا رب اللہ ہے یہی سیدھا راستہ (صراطِ مستقیم) ہے جس کی تعلیم سارے انبیاءؑ دیتے آئے ہیں(توضیحی ترجمہ قرآن رص:۶۹)۔

سبیل اللہ کیا ہے

حضراتِ علماءِ کرام نے فرمایا: سبیل اللہ سے مراد ہر وہ عمل ہے جس سے اللہ پاک کی رضا و خوشنودی حاصل کی جائے، چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ نے ایک جگہ پر

فرمایااس حدیث کے ضمن میں:عن ابی عبسؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللّٰه فتمسه النار (رواہ البخاری، کتاب الجہادوالسیر ، رقم ۲۸۱۱ ص:۳۹۴ر ج:۱) ترجمہ:حضرت ابن عبسؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس شخص کے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبارآلودہوں گے ایسانہیں ہوسکتا کہ اس کوجہنم کی آگ لگ جائے۔

سبیل اللہ عام ہے

حضرت ملاعلی قاریؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:حقیقت میں سبیل اللہ ہروہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے اللہ کی رضا طلب کی جائے ، اس میں علم طلب کرنا ، جماعت کی نماز کیلئے آنا ، مریض کی عیادت کرنا ، کسی کے جنازہ میں شرکت کرنا وغیرہ وغیرہ اعمالِ صالحہ داخل ہیں اورعندالاطلاق اس کا استعمال جہادودفاع عن الاسلام کیلئے استعمال ہوتا ہے، اورکبھی اس کا اطلاق حج پربھی ہوتا ہے ، چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی سواری اللہ کے راستہ میں دینے کی نذرمانی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی حاجی کودیدواس سواری کوسفرِ حج میں استعمال کرلے گا یہ بھی اللہ کا راستہ ہی ہے، یہ روایت ابو داؤدشریف کتاب الحج میں آئی ہے۔

قال العلی القاری فی شرحه هو فی الحقیقة کل سبیل یطلب فیه رضاه فتناول سبیل طلب العلم وحضور صلاة الجماعة وعیادة مریض وشهود جنازة ونحوها لکنه عندالاطلاق یحمل علی سبیل الجهاد وقیل علی الحجه الخ ،لان رجلا نذر ان

يحمل بعيراً في سبيل الله فامره صلى الله عليه وسلم ان يحمل عليه الحاج ومعه من هنا وقع الاختلاف في مصرف الزكاة عند قوله تعالىٰ وفي سبيل الله هل هو منقطع الغزاة وهو قول ابي يوسف اور منقطع الحاج وهو قول محمد (مرقات رص:۱۷۱رج:۷)۔

دفاع عنِ الاسلام اللہ کا راستہ ہے

(۱) اس کی پہلی دلیل یہ آیت ہے: باری تعالیٰ فرماتے ہیں: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ٥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (سورۂ ال عمران، آیت:۱۲،۱۳)۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے ان کفر والوں سے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکھٹے کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے، بےشک تمہارے لئے ایک نشانی (ان) دو گروہوں میں ہے جو باہم مقابل ہوئے اور ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا (کافر) تھا، یہ کافر ان کو کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے اپنے سے کئی گنا اور اللہ اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، بےشک اس (واقعہ) میں اہلِ بصیرت کے لئے بڑا سبق ہے (توضیحی ترجمہ قرآن رص:۶۳)۔

فائدہ

اس آیتِ مبارکہ میں خطاب یہود ظالموں کو ہے، جیسا کہ حضرت ابن

عباسؓ اور دوسرے حضرات سے مروی ہے کہ جب مدینہ پاک کے یہود نے بدر میں رسول اللہ ﷺ کا کفار پر غلبہ دیکھا تو کہا، واللہ! یہ وہی پیغمبر ہیں جن کی بشارت ہمارے نبی موسیٰؑ نے دی، اور تورات میں ان کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں، اور اتباع کرنے کا خیال بھی آیا، پھر بعض نے کہا کہ ابھی ٹھہرو، دوسرا واقعہ کوئی ہونے دو، دیکھو کیا ہوتا ہے، پھر اتفاق سے جب غزوۂ احد میں مسلمانوں پر پڑنے والی پریشانی کو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ اور اپنے درمیان معاہدہ کو توڑ ڈالا، اور کعب بن اشرف یہودی شیطان، دشمنِ اسلام، دشمن رسول اللہ کی سیادت میں ۶۰ر افراد کفارِ مکہ کے پاس گئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاری کرنے لگے، تو آیت نازل ہوئی جس میں ان یہودیوں کے مغلوب ومقہور ہوجانے کی اطلاع دی گئی کہ عنقریب ایسا ہوگا، چنانچہ کچھ ہی عرصہ کے بعد بنی قریظہ قتل ہوئے بنو نضیر غدّار جلاوطن کئے گئے، اور خیبر جو ان یہود کا مرکز تھا فتح ہوا، اور ان جیسے نالائقوں پر جزیہ مسلط کیا گیا۔

راہِ خدا میں محنت ومجاہدہ کرنا ضروری ہے

الغرض اس جگہ واقعۂ بدر چل رہا ہے اس سلسلہ میں یہ آیات وارد ہوئی ہیں، اس سے صاف صاف واضح ہوتا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' کا مصداق جہاد ہے (رواح البیان رص:۸رج:۲)۔

(۲) دوسری دلیل یہ آیت ہے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ

قَاتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ○ (سورۂ ال عمران، آیت:۱۴۶)۔

ترجمہ: اور کتنے ہی نبی ہو چکے ہیں کہ ان کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں، سو جو کچھ انہیں اللہ کی راہ میں پیش آیا اس سے نہ تو انہوں نے ہمت ہاری اور نہ وہ کمزور پڑے اور نہ وہ دبے اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (توضیحی ترجمۂ قرآن رص:۸۴)۔

یعنی راہِ خدا میں زخم اور تمام پریشانیاں اٹھا کر بھی ان لوگوں نے ہمت نہ ہاری اور اپنے عمل پر مضبوط رہے ہیں، اللہ پاک نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔

یہاں اس آیتِ پاک میں بھی ''سبیل اللہ'' کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، پھر آگے ان کی دعا کا بیان ہے (روح البیان رص:۱۰۷رج۴)۔

راہِ خدا میں دعا کا اہتمام کرنا ضروری ہے

(۳) اس بات کی تیسری دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ○ (سورۂ ال عمران آیت:۱۴۷)

ترجمہ: اور ان کا کہنا تو بس اتنا ہی تھا کہ وہ کہتے رہے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے بارے میں ہماری زیادتی کو بخش دے اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور ہم کو کافروں پر غالب کر (توضیحی ترجمۂ قرآن رص:۸۴)۔

(۴) اس بات کی چوتھی دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○(سورۂ آل عمران آیت:۱۹۵)۔

ترجمہ:سوان کی دعا کو ان کے پروردگار نے قبول کرلیا[۱] اس لئے کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو[۲] تو جن لوگوں نے ہجرت کی (راہِ خدامیں) اور اپنے شہروں سے نکالے گئے اور (اور بھی) تکلیفیں انہیں میری راہ میں دی گئیں اور وہ لڑے اور مارے گئے ان کی خطائیں ضرور ان سے معاف کردی جائیں گی[۳] اور میں ضرور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہوں گی (یہ) اللہ کے پاس سے ثواب ملے گا اور اللہ ہی کے پاس تو بہترین ثواب ہے[۴] (تفسیرِ ماجدی/ص:۶۹۶)۔

نوٹ: یہاں پر باری تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ہجرت اور دفاع عن الاسلام میں قتل ہونے والے حضرات کا یہ اجرِ عظیم اس وجہ سے ہے کہ وہ میرے راستہ میں یہ سب برداشت کرتے ہیں۔

راہِ خدا میں خرچ کرنا ضروری ہے

(۵) اس بات کی پانچویں دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (سورۂ توبہ: آیت:۶۰)۔

ترجمہ: صدقات (واجبہ) تو صرف غریبوں کا اور محتاجوں کا اور کارکنوں کا حق ہے اور جو کارکن ان پر مقرر ہیں اور نیز ان کا جن کی دلجوئی منظور ہے اور (صدقات کو صَرف کیا جائے) گردنوں (کے چھڑانے) میں اور قرض داروں میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی امداد) میں، (سب) فرض ہے اللہ کی طرف سے، اللہ بڑا علم والا ہے، بڑا حکمت والا ہے، بے شک صدقات (یعنی زکوٰۃ) صرف فقراء، مساکین، اور اس کی رقم وصول کرنے والوں اور جن کی دلداری مقصود ہو اور غلام کو آزاد کرانے، اور قرض داروں کے قرض ادا کرنے اور اللہ کی راہ اور مسافروں کی مدد (میں خرچ کرنے) کیلئے ہیں، یہ فرض (اور طے کردہ) ہے اللہ کی طرف سے (کسی کو اس میں تبدیلی کا حق نہیں) اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے (توضیحی ترجمہ قرآن/ص: ۲۳۷)۔

فائدہ

لفظی معنیٰ کے اعتبار سے اس مد میں تو ہر وہ خرچ آجاتا ہے جو اللہ کی رضا جوئی کیلئے کیا جائے، لیکن مفسرین نے احادیثِ نبوی ﷺ اور آثارِ صحابہؓ کی روشنی میں خرچ کی اس مد کو عموماً مجاہدین تک محدود رکھا ہے۔ مگر اس میں غازی، حاجی اور طلبہ علومِ دین بھی داخل ہیں جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔

اراد بها الغزاة فلهم منهم من الصدقة (معالم) منهم الغزاة الذين لا حق لهم في الديـن (ابن كثير) هم الغزلة وهذا قول اكثر العلماء وهو تحميل مذهب مالكؒ (قرطبی)۔ مجاہد اپنے گھر مال وسامان رکھتا ہے مگر گھر سے جدا ہے اور یہاں سامان نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے (تھانویؒ)۔

بعض نے حاجیوں کو بھی اس میں شامل کیا ہے والحج من سبيل الله للحديث (ابن کثیر) قال قوم يجوز ان يصرف منهم في سبيل الله الى الحج ويروى ذالک عن ابن عباس وهو قول الحسن واحمد واسحق (معالم) قال ابن عمر الحجاج والعمار (قرطبی)۔

اور بعض نے دینی طالب علموں کو بھی اس مد میں شامل کرلیا ہے، وقيل المراد طلبة العلم واقتصر عليه في الفتاوىٰ الظهيرية (روح، تفسیر ماجدی ص:۵۲۷، ج:۲)۔

اللہ پاک نے بندوں کی جانیں اور مال خرید لی ہیں

(۶) اس بات کی چھٹی دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ

بِهٖ وَذٰلِکَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُo (سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۱)۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے مؤمنوں سے خرید لیا ہے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس کے عوض میں کہ انہیں جنت ملے گی (یہ لوگ) اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں سو (کبھی) مار ڈالتے ہیں اور (کبھی) مار ڈالے جاتے ہیں، اسی پر (ہماری طرف سے) سچا وعدہ ہے توریت اور انجیل اور قرآن میں، اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہے؟ سو تم خوشی مناؤ اپنی بیع پر جو تم نے کی ہے، اور یہی تو بڑی کامیابی ہے (توضیحی ترجمۂ قرآن، ص: ۲۴۷)۔

فائدہ

اس جگہ "يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" سے سوائے جہاد و دفاع کے اور کچھ مراد لیا ہی نہیں جاسکتا ہے، باقی اور مقامات پر تو احتمالات بھی نکالے جاتے ہیں۔

(۷) اس بات کی ساتویں دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ o (سورۃ الانفال: آیت: ۶۰)۔ ترجمہ: اور ان سے مقابلہ کیلئے جس قدر بھی تم سے ہوسکے سامان درست رکھو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جن کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھتے ہو اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ

دوسروں پر بھی کہ تم انہیں نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے، اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اللہ اسے تمہیں پورا پورا دیدے گا اور تمہارے لئے (ذرا بھی) کمی نہ ہوگی (توضیحی ترجمہ قرآن رص:۲۲۳)۔

فائدہ

قرآن کریم نے بار بار اور جگہ جگہ توکل واعتماد علی اللہ کی تلقین کی ہے، اس سے یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ اسلام میں اسباب کی تیاری کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اس آیت میں اس مسئلہ کو صاف کیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ امکان بھر جنگِ سازوسامان کی تیاری میں لگے رہیں، اس وقت کے لحاظ سے جو چیزیں میدانِ جنگ میں کام آتی تھیں، قرآن نے انہیں بیان کردیا اور ہر دور میں ایجاد ہونے والے نئے نئے آلاتِ حرب کی تیاری کیلئے "مااستطعتم" امکان بھر کہہ کر اس کی ذمہ داری سے آگاہ کردیا، رسولِ اکرم ﷺ نے طائف کی جنگ میں منجنیق استعمال کیا جو عرب میں پہلی بار استعمال ہوا، خندق کھودنے کا طریقہ فارسیوں میں تھا، حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق سے کام لیا، آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو سامانِ حرب کی تیاری کا کام سیکھنے کے لئے حجاز سے باہر بھیجا، ہر غزوہ میں آپ ﷺ نے اعتماد علی اللہ کے ساتھ جنگی مصلحتوں سے پوری طرح کام لیا، آپ کے غزوات پر جن اہلِ فن نے گہری نظر ڈالی ہے انہوں نے تسلیم کیا ہے، رسول اللہ ﷺ جنگی تدابیر میں اپنے عہد کے بہترین سپہ سالار نظر آتے ہیں (موضح القرآن)۔

سبیلِ طاغوت کیا ہے

(۸) اس بات کی آٹھویں دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًاo وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًاo وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًاo فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًاo وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًاo اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًاo (پ:۵، رکوع:۷)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی حفاظت کرلو، پھر گروہ گروہ کوچ کرو یا اکٹھے، اور یقیناً تم میں بعض ایسا بھی ہے جو دیر لگادیتا ہے، اور پھر تم پر اگر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتا ہے کہ بے شک مجھ پر اللہ نے بڑا فضل کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہوا، اور اگر تمہیں اللہ کا فضل پیش آتا ہے تو بول اٹھتا ہے (اس بے

تعلق کے ساتھ کہ) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی (رشتہ) محبت تھا ہی نہیں کہ کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا، تو (اگر یہ ہے تو) اُسے چاہئے کہ اللہ کی راہ میں لڑے ان لوگوں سے جو دنیا کی زندگی خریدے ہوئے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑتا ہے تو مارا جائے یا جیت جائے (بہرصورت) ہم اس کو عنقریب اجرِ عظیم دیں گے، اور تمہیں کیا (عذر ہے) کہ تم جنگ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں کے لئے جو کمزور ہیں مردوں میں سے اور عورتوں اور لڑکوں میں سے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے باشندے (سخت) ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے کوئی دوست پیدا کردے اور ہمارے لئے اپنی قدرت سے کوئی حمایتی کھڑا کردے، جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، سو تم لڑو شیطان کے ساتھیوں سے اور شیطان کی چال تو لچر ہی ہوتی ہے (توضیحی ترجمہ قرآن رص:۱۰۹)۔

اس رکوع میں تین مرتبہ لفظ "سبیل اللہ" آیا ہے، ایک بار فرمایا: وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا o دوسری جگہ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، تیسری بار: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا o۔

یہاں سب جگہ مراد جہاد و دفاع ہے کہ پورا تذکرہ اس چیز کا چل رہا ہے،

پھر یہاں ''سبیل اللہ'' کو سبیل الطاغوت کا مقابل بتایا ہے کہ ایمان والے لڑتے ہیں ''اللہ کے راستہ'' میں اور کفار شیطان کے راستہ یعنی طاغوت کے راستہ میں، اس تقابل سے مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ شیطان کا راستہ کفر وشرک ہے اور اس کے متعلقات ہیں تو اس کے مقابل ہوا ایمان واسلام توحید وسنت، معلوم ہوا کہ یہی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے یعنی دین کا راستہ جو اللہ تک پہنچاتا ہے۔

روح البیان رص:۲۳۷رج:۵رانما یقاتلون فی دین الحق المو صل لھم الی اللہ تعالیٰ فی اعلاء کلمۃ فھو ولیھم وناصرھم لا صحابہ۔

طلبِ علم ومعرفت بھی سبیل اللہ ہے

(۱) اس بات کی دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِيۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِى الۡاَرۡضِ يَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ لَا يَسۡـئَلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ○ (سورۂ بقرہ آیت:۲۷۳)۔ ترجمہ: اصل حق ان حاجت مندوں کیلئے ہے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں، ملک میں کہیں چل پھر نہیں سکتے، ناواقف انہیں غنی خیال کرتا ہے ان کی احتیاطِ سوال کے باعث، تو انہیں ان کے چہرہ ہی سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور تم مال میں سے جو خرچ کرتے ہو اللہ اس کا خوب جاننے والا ہے (توضیحی ترجمہ قرآن رص:۵۷)۔

مدارس بھی اللہ کا راستہ ہیں

اس جگہ مراد علماء وطلبہ ہیں، اس جگہ یہ وضاحت سے فرمایا گیا ہے یہ سبھی لوگ ''اللہ کے راستہ'' میں ہیں اور یہ ایسا راستہ ہے جس میں احصار ہوتا ہے تب جا کر علم حاصل ہوتا ہے، یعنی جمنا ہوتا ہے جم کر وقت لگانا ہوتا ہے، جیسے مدارسِ اسلامیہ میں طلبۂ کرام سالہا سال لگاتے ہیں اور محنت ومجاہدہ کرتے ہیں۔

طلبِ علم کیلئے سفر اور رحلت بھی ثابت ہے، جیسے حضرت موسیٰؑ جیسے اولوالعزم پیغمبر نے حکمِ رب سے حضرت خضرؑ کی جانب سفر فرمایا، امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں طویل قصہ ذکر فرمایا، معلوم ہوا کہ طالبِ علم حصر کرے یا خروج، ہر وقت اللہ پاک کے راستہ میں ہے۔

بہر حال یہ سب سے بڑی قربانی ہے جو خالص اللہ پاک کی رضا کیلئے دی جاتی ہے اس لئے اس کی نصرت و مدد اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہے، بہت سے حضرات نے فی سبیل اللہ کے مصداق میں دوسری اور باتوں کو بھی شامل کیا ہے علمِ دین سیکھنے کیلئے جانا بھی فی سبیل اللہ کا مصداق ہے۔

چنانچہ روایت میں ہے: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ـصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ (رواہ الترمذی رمشکوۃ ص ۳۴)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے گھر سے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں رہتا ہے یہاں تک کہ گھر واپس لوٹ جائے۔

خانقاہ بھی اللہ کا راستہ ہے

ٹھیک جس طرح ایک طالبِ علم علمِ الٰہی کے حصول کی وجہ سے ہر وقت راہِ خدا میں ہوتا ہے اسی طرح وہ حضراتِ سالکین جو اپنے مرشدین کے پاس راہِ سلوک وتصوف طے کرنے کیلئے وقت لگاتے ہیں، چاہے مستقل طور پر وقت لگاتے ہوں، جیسے پہلے خانقاہوں میں ہوتا تھا یا آتے جاتے ہوں، وہ حضرات بھی اس آیت کا مصداق ہیں اور وہ بھی راہِ خدا ہی میں ہیں، ایسے طالبِ معرفت ہی درحقیقت فقراء ہیں جو دل سے اللہ پاک کی ذاتِ عالی کی جانب ہر وقت محتاج بنے رہتے ہیں اور اللہ پاک کو حاصل کرنے کیلئے دھیان لگاتے ہیں، جن کو مخاطب کرکے اللہ پاک فرماتے ہیں: **انتم الفقراء الی الله** کہ تم اللہ کی طرف محتاج ہو، یوں تو محتاج سبھی ہیں چاہے انسان ہو فرشتہ ہو، یا کوئی جن ہو، لیکن جن کو احتیاج الی اللہ کی کیفیت کا استحضار ہو اور اسی کا دھیان وخیال ہو ان کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے اور وہی حضرات حقیقت میں فقراء کہلانے کے مستحق ہیں **اللهم اجعلنا منهم ومعهم اجمعين** ۔

معلوم ہوا کہ جب علم ومعرفت حاصل کرنے والے حضرات اللہ کے راستہ میں ہیں تو وہ مقامات یعنی مدارس اور خانقاہیں جو علم ومعرفت کا مرکز ہیں وہ بھی اللہ کے راستہ کا مصداق ہیں، لہذا کسی جماعت کا اللہ کے راستہ کو اپنے ساتھ منحصر کرنا یا سمجھنا یا خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔

نماز کیلئے جانا بھی اللہ کا راستہ ہے

(باب المشی الی الجمعة ص:۱۲۴/ج:۱)من اغبرت قد ماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار (بخاری شریف، رقم ۹۰۷، کتاب الجمعۃ ص:۱۲۴/ج:۱) بخاری میں راویٔ حدیث حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن الانصاری البدریؓ نے حضرت عبایہ بن رفاعہ کو نمازِ جمعہ جانے کے وقت یہ حدیث سنائی اور بتایا کہ تمہارا جمعہ میں جانا بھی سبیل اللہ کا مصداق ہے، اسی لئے امام بخاریؒ نے جمعہ میں جانے کو سبیل اللہ قرار دیا ہے اور اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے، جس میں فرمایا گیا کہ جس شخص کے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوں گے اس کو جہنم کی آگ نہیں لگے گی۔

قال العلامة ابن حجر المراد فی سبیل اللہ جمیع طاعاتہ وھو کما قال ای ابن بطال الاان المتبادر عندالاطلاق من لفظ سبیل اللہ الجہاد وقد رواہ المصنف فی فضل المشیی الی الجمعة استعمال اللفظ فی عمومہ الخ۔

حاشیہ ۲/بخاری/ص:۱۲۴/ میں لکھتے ہیں: المطابقة الحدیث للترجمة من حیث ان الجمعة تدخل فی سبیل اللہ لان السبیل اسم جنس مضاف فیفید العموم ولان ابا عبسؓ جعل حکم السعی الی الجمعة حکم الجہاد (عمدہ)۔

زکوٰۃ بھی اللہ کا راستہ ہے

اس چیز کی دلیل وہ آیت ہے جو زکوٰۃ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے: اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ

اَلِیۡمٍ o (سورۂ توبہ رپ:۱۰)۔ترجمہ:اے ایمان والو! بلاشبہ بہت سے علماء اور راہب ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقہ پر کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادیجئے (انوارالبیان ج ص:۲۶۸)۔

اس آیت مبارکہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ سونا چاندی اور دیگر اموال ذخیرہ بنا کر رکھتے ہیں اور زکوٰۃ نہیں دیتے ان کو عذابِ الیم دیا جائے گا الامان والحفیظ، اس جگہ پر علماء نے صراحت کی ہے کہ سبیل اللہ کا مصداق زکوۃ نہ دینا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی گئی وہی کنز ہے اور یہاں سونے چاندی کو کنز بنانے والوں کی اور خرچ نہ کرنے والوں کی وعید کا بیان ہے (دیکھئے تفسیر جلالین)۔

والذین مبتدأ یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا ای الکنوز فی سبیل اللہ ای لا یؤدون منھا حقہ من الزکوٰۃ والخیر فبشرھم اخبرھم بعذاب الیمo۔(سورۂ توبہ تفسیر جلالین رص:۱۵۸رج:۱)۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡھَا وَالۡمُؤَلَّفَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ وَفِی الرِّقَابِ وَالۡغَارِمِیۡنَ وَفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ فَرِیۡضَۃً مِنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌo (سورۂ توبہ رپ:۱۰)۔

ترجمہ:صدقات صرف فقراء کیلئے اور مساکین کیلئے اور ان کارکنوں کیلئے

ہیں جو صدقات پر متعین ہیں اور ان لوگوں کیلئے ہیں جن کی دِلجوئی کرنا منظور ہو اور گردنوں کے چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کیلئے ہیں، یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ علیم ہے اور حکیم ہے (انوار البیان :ص:۲۹۶)۔

حج بھی اللہ پاک کا راستہ ہے

اللہ پاک فرماتے ہیں: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَo (ال عمران پ:۴/آیت:۹۷)۔

ترجمہ: اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا (فرض) ہے (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہونچنے کی طاقت رکھتا ہو، اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے (توضیحی ترجمہ قرآن/ص:۷۶)۔

اس میں کچھ تشریعی کچھ تکوینی کھلی نشانیاں بیت اللہ کی فضیلت کی موجود ہیں، چنانچہ تشریعی نشانیوں میں اس کا مبارک اور ہدی بتفسیر ہونا معلوم ہو چکا اور کچھ مقامِ ابراہیم کے بعد مذکور ہیں یعنی اس میں داخل ہونے والے کا مستحق امن ہوجانا اور اس کا حج بشرائطہٖ فرض ہونا جو کہ مطلق مشروعیت مذکورہ سابق پر زائد مفہوم ہے، یہ چار نشانیاں تو تشریعی اس جگہ مذکور ہیں، اب درمیان میں تکوینی کا ذکر فرماتے ہیں کہ منجملہ ان نشانیوں کے ایک مقامِ ابراہیم نشانی ہے اور ایک تشریعی نشانی یہ ہے کہ جو شخص اس کے حدود متعلقہ میں داخل ہوجاوے وہ شرعاً امن والا

ہوجاتا ہے، اور ایک تشریعی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا فرض ہے، مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص کے، یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک پہنچنے کی اور جو شخص احکامِ خداوندی کا منکر ہو تو خدا تعالیٰ کا کیا ضرر، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں، کسی کے ماننے پر ان کا کوئی کام اٹکا نہیں پڑا بلکہ خود اس منکر ہی کا ضرر ہے (معارف القرآن سورۂ ال عمران، پ:۴۔ آیت:۱۹۷، ۱۹۸)۔

(۲) نیز اس کی دلیل وہ روایت ہے جو ابوداؤد شریف کتاب الحج میں آئی ہے کہ ایک عورت نے اپنا اونٹ جہاد میں دینے کیلئے نذر مانی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹ کسی حاجی کو دیدو حج بھی اللہ ہی کا راستہ ہے، یہ روایت تفصیل کے ساتھ حضرت امام ابوداؤدؒ نے ذکر کی ہے۔

قال ابو معقل صدقت جعلته فی سبیل الله فقال رسول الله ﷺ اعطها فلتحج علیه فانه فی سبیل الله۔ (ابوداؤد شریف، ص:۲۷۳، ج:۱) فان الحج فی سبیل اللہ (ص:۲۷۳، ج:۱)۔

عن بریدةؓ قال قال رسول الله ﷺ النفقة فی الحج کا لنفقة فی سبیل الله بسبعمائة ضعف۔ (مجمع الزوائد ص:۲۰۸، ج:۳)۔

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے ہی کے مترادف ہے، جس کا ثواب سات سو گنا تک ملتا ہے۔

وعن أنس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ الحج فی سبیل الله النفقة فیه الدرهم بسبعمائة (رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه من لم أعرفه) (مجمع الزوائد ص:۲۰۸، ج:۳)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حج بھی اللہ کا راستہ

ہے اس میں ایک درہم خرچ کرنے کا ثواب سات سو درہم خرچ کرنے کے برابر ہے۔

عن سهل بن سعدؓ قال قال رسول الله ﷺ ما راح مسلم فی سبیل الله مجاهداً او حاجاً مُهِلّا او مُلَبِيًا إلا غربت الشمس بذنوبه وخرج منها۔ (مجمع الزوائد ص:۲۰۹ ج:۳)۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کہ اللہ کے راستہ میں مجاہد بن کر لا الہ اللہ پڑھتے ہوئے یا حاجی بن کر تلبیہ پڑھتے ہوئے گیا تو سورج اس کے گناہوں کے ساتھ غروب ہوگا اس حال میں کہ وہ شخص اپنے گناہوں سے نکل چکا ہوگا۔

حلال طریقہ سے مال حاصل کرنا بھی سبیل اللہ ہے

حضرت امام بیہقیؒ نے (باب فی حقوق الاولاد) میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرات صحابۂ کرامؓ کے پاس سے گزرا اس کا حلیہ وصورت لوگوں کو اچھا لگا بعض لوگوں نے کہا کاش اگر یہ جہاد میں وقت لگاتا تو بہت اچھا ہوتا (جیسا کہ آج کل کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ میں لگتا تو بہت اچھا ہوتا) واقعی اس کے نفع اور فائدہ سے انکار نہیں ہے مگر بعض لوگ فرضِ عین قرار دینے لگیں ہیں اور ہر شخص کے لگنے کو ضروری قرار دینے لگے، بلکہ اس کا ایمان ناقص مانتے ہیں، معلوم نہیں یہ ان اکابر اور بزرگوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھیں گے جنہوں نے اس مروج تبلیغ میں حصہ نہیں لیا یا وہ اس کے وجود سے پہلے اللہ پاک کو پیارے ہوگئے اور جو طبقہ اعتدال اور اصول کے ساتھ اخلاص، اخلاق کے ساتھ مشغول ہے وہ قابلِ تعریف ہے اور ایسے بھی بہت سے ہیں کہ ان سے امت کو بہت فائدہ ہو رہا ہے۔

بہرحال ان سب باتوں کی رسولِ کریم ﷺ کو خبر دی گئی تو حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنے ضعیف ماں باپ کی خدمت کرتا ہے ان کیلئے مال کماتا ہے تو یہ اللہ کے راستہ میں ہی تو ہے؟ اور اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کیلئے کماتا ہے تو تب بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر یہ خود اپنے اوپر خرچ کرنے کیلئے حلال مال کماتا ہے تب بھی اللہ ہی کے راستہ میں ہے۔

حدیث شریف اس طرح ہے: عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَّ بِهِمْ رَجُلٌ فَعَجِبُوْا مِنْ خُلُقِهٖ فقالوْا لو کانَ هذا فی سبیلِ اللّٰهِ عزوجلَّ فأتَوْا النبیَّ ﷺ أخبروه فقال النبیّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کان یَسْعٰ علٰی أبوینِ شیخینِ کبیرینِ فهو فی سبیلِ اللّٰهِ وان کان یسعُ علیٰ وَلَدِهٖ صبیةٍ فهو فی سبیلِ اللّٰهِ وان کان یسعُ علیٰ نفسِهٖ لِیَعِفُّها فهو فی سبیلِ اللّٰهِ عزوجلَّ (بیہقی شعب الایمان ص ۴۱۳/ ج ۶/ مجمع الزوائد ص: ۱۴۴/ ج: ۸)۔

نیز حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ ہم (صحابہ) اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے گھاٹی کے اوپر سے ایک صاحب نظر آئے جو نیچے اتر رہے تھے ہم نے اس نوجوان کی تعریف کی کہ اس نوجوان نے اپنی پوری قوت وطاقت کو اللہ کے راستہ میں لگا رکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم نے فی سبیل اللہ کا مصداق ایک ہی متعین کر رکھا ہے یعنی جہاد، چونکہ اکثر جگہ نصوص میں وہی مراد ہوا ہے اس وجہ سے مجاہدین صحابہؓ کے دلوں میں اس کا تصور رہتا تھا۔

بہرحال رسول کریم ﷺ نے غلو پر نکیر فرمائی اور فرمایا من سعی علی الوا لدین فھو فی سبیل اللّٰہ و من سعی علیٰ عیا لہ ففی سبیل اللّٰہ یعنی جو والدین کیلئے کمائے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو اپنے عیال بلکہ خود اپنے لئے کمائے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے (بیہقی شعب الایمان رقم الحدیث ۱۸۲۸۰)۔

تشریح: غور کیجئے کہ رسول کریم ﷺ اپنی امت کو عملی غلو کے ساتھ ساتھ فکری غلو سے بچانے کیلئے بھی کسقدر اہتمام فرماتے تھے، حالانکہ آپ علیہ السلام نے خود کفار سے قتال کیلئے جہاد میں جانے کی ترغیبات کیلئے لفظ سبیل اللہ بہت جگہ استعمال فرمایا ہے۔

سبیل اللہ کے متعلق علماء کے اقوال

امام ترمذی قدس سرہ نے ابواب فضائل الجہاد کے تحت تقریباً ۱۵ ر مقامات پر یہ لفظ جہاد پر بولا ہے، ان تمام ابواب اور مقامات کے تحت جو روایات ذکر کی گئی ہیں ان تمام کا مصداق امام ترمذیؒ نے جو حدیث کے امام ہیں اور فنِ حدیث میں امام بخاریؒ کے خلیفہ اور نائب ہیں، اسی چیز کو قرار دیا ہے، اسی طرح امام بخاریؒ نے اسی طرح دوسرے بزرگوں نے اس کا مصداق اسی کو قرار دیا ہے، اگرچہ امام بخاریؒ جمعہ کے جانے پر بھی فی سبیل اللہ کا اطلاق فرماتے ہیں، فتاوی محمودیہ میں بہت سے مصداق بتائے ہیں۔

نیز قرآنِ کریم میں جہاں قتال کے لفظ کے ساتھ یہ لفظ بولا گیا ہے وہاں کیا مراد

ہے سوائے قتال مع الکفار کے، اس جگہ دوسری کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، خیر اگر آپ اس کو توسعاً کسی دوسری چیز پر بول رہے ہیں تو درست ہوسکتا ہے مگر اتنا خیال رکھئے کہ اصل مصداق باقی رہے اور اس سے ذہول نہ ہو، قرآن پاک میں جہاں بھی قتال کے ساتھ یہ لفظ استعمال ہوا ہے ان تمام آیات میں فی سبیل اللہ کا مصداق سوائے جہاد کے اور کیا لیا جاسکتا ہے مگر اس دور مادّیت اور شر وفساد میں دینی خدمات بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہوں وہ بھی بہت بڑا مجاہدہ اور محنت ہے اور عظیم ثواب ہے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ ''فی سبیل اللہ'' شریعت کے عرف کے مطابق جہاد میں استعمال ہوتا ہے (العرف الشذی ص:۲۱۶/ج:۳/ کتاب فضائل الجہاد) علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ جب ''فی سبیل اللہ'' بولا جاتا ہے تو مراد جہاد ہوتا ہے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا ہے ''فی سبیل اللہ'' سے مراد ہر طاعت ہے۔
علامہ ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا کہ اکثر اس کا استعمال جہاد کیلئے ہوتا ہے، حج اور عمرہ، طلبِ علم، اور والدین کیلئے کمانا، اولاد اور خود اپنے لئے کمانا، جہاد، دین کی اشاعت کیلئے نکلنا، جمعہ، جماعت کیلئے نکلنا وغیرہ سبھی پر بولا جاسکتا ہے مگر عموماً اس کا استعمال برائے جہاد ہوتا ہے اور جہاں قتال کے لفظ کے ساتھ ہے وہاں تو جہاد ہی متعین ہے۔

سبیل اللہ سے مراد مکمل دین ہے

سارا دین وایمان اللہ کا راستہ ہے، اس دعویٰ کی دلیل یہ آیت ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۝ (سورۂ انفال) ترجمہ: بیشک جولوگ اپنے مالوں کوخرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں، سو یہ لوگ ابھی اپنے مالوں کوخرچ کریں گے پھر یہ مال ان کے حق میں حسرت کا سبب بن جائے گا پھر یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے (انوارالبیان/ص:۱۷۷/ج:۴)۔

یہاں ان کفار کی مذمت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو حضور پاک ﷺ کی اتباع وتقلید سے روکیں، پھر جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں وہ انہیں پر حسرت وافسوس کا باعث ہوگا اور وہ دنیا میں مغلوب بھی ہوں گے، آخرت میں بھی ناکام اور دنیا میں بھی برباد، یہاں اتباعِ رسول اللہ ﷺ سے تعبیر کیا گیا ہے چونکہ سارا دین ہی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا نام ہے (دیکھئے مدارک التنزیل اور ہامش جلالین/ص:۱۵۰)۔

سبیل اللہ کا مصداق توحید ہے

اس بات کی دوسری دلیل: کہ سبیل اللہ سے مراد پورا دینِ حق ہے جو سعادتِ ابدیہ تک پہنچانے والا ہے اور وہ توحیدِ کامل ہے اور ملتِ اسلام ہے۔

یہ آیت کریمہ ہے: قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا وَّاَنۡتُمۡ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ○ (سورۂ ال عمران، پ:۴)۔ ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اے اہلِ کتاب تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اس شخص کو جو ایمان لائے، تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو، حالانکہ تم خود گواہ ہو اور اللہ ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو (انوار البیان رص:۴۷۴)۔

پھر ایمان والوں سے خطاب ہے کہ اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم کو ایمان والا ہونے کے باوجود کافر بنادیں گے جو یہ چاہتے ہیں، اور مزید فرمایا کہ تم کیسے حق کا انکار کرسکتے ہو، اور تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں، تمہارے درمیان خود اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں، جو اللہ پاک کو اور دین کو مضبوط پکڑے گا، پس تحقیق کہ اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل ہوگی، وَمَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ، مطلب واضح ہوگیا کہ خالص توحید وسنت کو پکڑنا ہی اعتصام باللہ ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی سبیل اللہ ہے۔

ایمان کی ساری شاخیں سبیل اللہ ہیں

اس بات کی تیسری دلیل: اَلَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا یُفۡسِدُوۡنَ ○ (سورۂ نحل:۱۲)۔ ترجمہ: جو لوگ کفر کرتے رہے اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکتے رہے ان

کے لئے ہم ایک سزا پر دوسری سزا بڑھادیں گے بہ عوض ان کے مفسدوں کے (توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

صاحبِ جلالین نے یہاں سبیل اللہ کی تفسیر دین سے کی ہے اور **بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ** کے تحت **بِصَدِّهِم الناس عن الايمان** لکھ کر واضح فرمایا کہ دین وایمان ہی سبیل اللہ ہے، ثابت ہوا کہ سارا دین وایمان ہی سبیل اللہ کا مصداق ہے (جلالین شریف رص: ۲۲۷ رج:۱)۔

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ایمان کی شاخوں کی تفصیل مذکور ہوئی ہے، **عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ افضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان۔**

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے اور شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل شعبہ **لا الٰہ الا اللہ** کا اقرار ہے اور اس کا ذکر ہے اور سب سے ادنیٰ شعبہ راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا ہے اور حیاء ایمان کا خاص درجہ اور شاخ ہے، متفق علیہ۔

مظاہر حق شرحِ مشکوٰۃ رص: ۸۷ رج: ۱ میں ان کی تفاصیل بیان فرمائی گئی ہے۔
نیز حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس پر تفصیلاً کلام کیا ہے (فتح الباری رص: ۵۲ رج: ۱)

خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں مذکور ہے کہ ایمان کی ستر سے کچھ زائد شاخیں ہیں، ایمان کا سب سے بڑا شعبہ اقرار توحید ہے اور توحید وایمان کے کمال کیلئے کلمہ طیبہ سب سے بڑی شئی ہے یہی افضل ذکر ہے یہی ایمان وتوحید کی جان ہے یہی سب سے زیادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو محبوب ہے، بہت سے شعبے دل سے متعلق ہیں اور کچھ زبان سے اور مکلّف کی ذات سے کچھ شعبے عام لوگوں کے معاملات سے متعلق ہیں یہ سب مل کر ستر شعبے اور شاخیں ہوتی ہیں، حضرت علامہ ابن حجرؒ نے ان کو اعمال قلب، اعمال لسان، اعمال بدن سے تعبیر کیا ہے، اعمالِ قلب میں جملہ اعتقادات اور نیتوں کے معاملات مسائل سب داخل ہیں جو تقریباً ۲۷ رشعبے ہوتے ہیں، مثلاً ایمان باللہ، اس میں ذات باری، صفات باری تعالیٰ توحید اور ان کی جملہ چیزوں کے حادث وفانی ہونے کے عقائد آتے ہیں، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتاب، ایمان بالرسل، ایمان بالقدر خیرہ وشرہ، ایمان بالیوم الاٰخرہ، قبر کے ثواب وعقاب، بعث ونشور، حساب میزان، صراط جنت ونار، اللہ پاک کی محبت، اللہ کی محبت وبغض، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت وعظمت رکھنے میں، درود شریف پڑھنے اتباع سنت، اخلاص فی العمل، ترک ریاء وترک نفاق، توبہ واستغفار بالقلب، خوف ورجاء، شکر ووفا، صبر ورضاء بالقضا، توکل ورحمت الٰہی پر یقین، بڑوں کی تعظیم چھوٹوں پر شفقت، تکبر سے بچنا، عجب وخود پسندی سے بچنا، ترک حسد، ترک عداوت، ترک غضب

وغیرہ وغیرہ اعمال ہیں۔

اسی طرح اعمال لسانی سات شاخوں پر مشتمل ہیں (۱) تلفظ بالتوحید (۲) تلاوت قرآن (۳) علم دین کی تعلیم وتعلم (۴) دعاء (۵) ذکر اللہ کی جملہ اقسام (۶) لغو سے اجتناب (۷) استغفار بالسان ہیں۔

اسی طرح اعمال بدن میں طہارت نجاستوں سے اجتناب ستر عورۃ نماز فرض ونفل، زکوٰۃ فک رقاب، جود وسخا اطعام طعام، اکرام ضیف، صیام فرض ونفل، حج وعمرہ، طواف اعتکاف، شب قدر کی تلاش جہاں جس جگہ رہتے ہوئے دین پر عمل دشوار ہو اس جگہ سے ہجرت کرنا اس میں دار، شرک سے ہجرت دارالبدعت سے ہجرت وغیرہ کے مسائل آتے ہیں، اسی طرح نذر کو پورا کرنا، اداء کفارات وغیرہ ٹھیک اسی طرح نکاح، اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان کی نافرمانی سے بچنا اولاد کی تربیت، صلہ رحمی، اپنے سردار کی اطاعت، غلاموں کے ساتھ نرمی، عام خلائق سے متعلق عدل وانصاف، جماعت اور اجتماعیت کو قائم رکھنا، الوالامر کی اطاعت، اصلاح بین الناس، امن وامان کے قیام کی کوششیں، بھلائی پر معاونت، امر بالمعروف نہی عن المنکر، اقامت حدود جہاد، مرابطہ اداء امانات وحقوق، اکرام جار، تبذیر واسراف سے احتراز کرنا، جواب دینا تشمیت عاطس، لوگوں کو تکلیف سے بچانا، لغو سے اجتناب، اماطة الاذی عن الطریق وغیرہ وغیرہ۔

جب اللہ کا راستہ ایمان وتوحید ہوا تو اس کے ذریعہ انسان اللہ پاک تک پہنچتا ہے اس کی رضا حاصل کرتا ہے تو اس کی جملہ شاخیں بھی اللہ کا راستہ ہونگی، معلوم ہوا کہ ایمان وتوحید کے ساتھ یہ جملہ باتیں راہِ خدا ہیں، ہاں ان میں تقویت کیلئے بعض شعبے زیادہ اہمیت کے حامل ہوں جیسے دین کا تعلیم وتعلم، امر بالمعروف نہیں عن المنکر اور ذکر وفکر وغیرہ۔

صراطِ عزیز وحمید کیا ہے

کِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِo اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِo اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍo۔ (سورۂ ابراہیم: آیت:۱)

ترجمہ: یہ کتاب ہے ہم نے آپ پر اتاری ہے تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے، یعنی خدائے غالب وستودہ صفات کی راہ کی طرف، وہی اللہ کہ اس کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور خرابی ہے عذابِ شدید سے کافروں کے لئے، جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے ہیں، یہ لوگ بڑی دور کی گمراہی میں پڑے ہیں (توضیحی ترجمہ قرآن)۔ اس جگہ آیت مبارکہ میں

سبیل اللہ سے مراد دینِ اسلام ہے (جلالین شریف رص:۲۰۶رج:۱)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ○ (سورۂ محمد آیت:۳۲)۔

ترجمہ: بیشک جولوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو راستہ نظر آ چکا تھا وہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکیں گے اور آئندہ اللہ ان کی کوششوں کو مٹادے گا۔

صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه : یعنی ایمان لانے سے اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے سے روکا، وَشَآقُّوا اللّٰهَ: اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کی، اس جگہ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْ الخ سے بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہودی اور وہ (مکی) کافر مراد ہیں جنہوں نے بدر کی لڑائی میں کافروں کے لشکر کو باری باری سے کھانا کھلایا تھا یہ بارہ سردار تھے ہر سردار نے اپنی باری کے دن پورے لشکر کو کھانا دیا تھا۔

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ: یعنی اپنے کفر سے وہ اپنے آپ کو ہی ضرر پہونچائیں گے، اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتے۔

وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ: اور یقیناً اللہ ان کے اعمال کو اکارت کردے گا ان کو آخرت میں ثواب نہیں دے گا نہ دنیا میں ان کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بدر کے زمانہ میں کافروں کے لشکر کو کھانا دیا تھا اسی کی نظیر دوسری آیت بھی ہے (وہ بھی ان ہی

لوگوں کے متعلق ہے جنہوں نے بدری کافروں کو کھانا دیا تھا) ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ○ (سورۃ الانفال آیت:۳٦)۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ (سورۂ حجرات آیت:۱۵)۔

ترجمہ: پورے مؤمن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہیں کیا اور را اپنے مال وجان سے اللہ کے راستہ میں محنت اٹھائی، یہ ہی لوگ ہیں سچے (مؤمن)۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الخ: یعنی خلوصِ قلب سے ایمان لائے اور احکام کی تعمیل کی۔

ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا: پھر رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین میں ان کو کبھی شک واقع نہیں ہوا، لفظِ ثُمَّ دلالت کر رہا ہے کہ شروع ایمان کے وقت جس طرح شرک نہ کرنا لازم تھا اسی طرح آئندہ پوری زندگی مرتے دم تک کبھی شک میں نہ پڑنا ضروری ہے، آیت: ثُمَّ اسْتَقَامُوْا سے بھی یہی مراد ہے۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ: یعنی اللہ کی طاعت میں، جَاھَدُوْا کا مفعول محذوف ہے، یعنی جنگجو دشمن سے یا شیطان سے یا ناجائز خواہشاتِ نفس سے انہوں نے جہاد کیا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مفعول محذوف نہ ہو اور فعل لازم کا مبالغہ مقصود ہو، یعنی اُنہوں نے

خوب کوشش کی، یہ بھی احتمال ہے کہ مجاہدہ سے مُراد ہو قلبی اور بدنی اور مالی عبادتیں۔

اگر مجاہدہ سے مراد مطلق مجاہدہ ہو تو صراحۃً تمام اوامر کی ادائیگی اور سارے ممنوعات سے اجتناب مراد ہوگا اور اگر جہاد سے مراد کافروں سے جہاد کرنا ہو تو اوامر و نواہی کی پوری پابندی بطورِ دلالت النص معلوم ہوگی، کیونکہ جو شخص اصلاحِ عالَم کیلئے اور تباہی و بربادی کو دور کرنے کیلئے اور اللہ کا بول بالا کرنے اور دین کو پھیلانے کیلئے اپنی جان و مال کی قربانی دیتا ہے وہ بدرجۂ اولیٰ اپنے نفس کی قربانی کرے گا اور تمام احکامِ شریعت کا پابند ہوگا۔

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ: یعنی ایمان کے دعویٰ میں یہی لوگ سچے ہیں۔

مذکورۂ بالا دونوں آیتیں جب نازل ہوئیں تو کچھ بدوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم سچے مؤمن ہیں، لیکن اللہ جانتا تھا کہ وہ ایسے نہیں ہیں، اس پر آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری رص:۱۹۰رج:۱۲)۔

شریعت وسنت اللہ کا راستہ ہے

اس بات کی چوتھی دلیل: یہ آیت ہے باری تعالیٰ فرماتے ہیں: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ○ (سورۂ نحل آیت:۱۶)۔

ترجمہ: آپ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلائیے حکمت سے اور اچھی نصیحت سے، اور ان کے ساتھ بحث کیجئے پسندیدہ طریقہ سے، بے شک آپ کا

پروردگار بھی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی ہدایت پائے ہوؤں کو بھی خوب جانتا ہے (توضیحی ترجمۂ قرآن)۔

اس آیتِ مبارکہ میں بھی سبیلِ رب سے مراد مکمل دینِ اسلام ہے، کیونکہ اللہ پاک اپنے پیغمبر ﷺ کو حکم فرما رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو اس کی طرف بلائیے، یہی سبیلِ رب ہے، معلوم ہوا کہ پورا دین ہی سبیلِ رب ہے۔

دعوت و تبلیغ بھی اللہ کا راستہ ہے

(۱) اس بات کی پہلی دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ (سورۂ نحل: آیت: ۱۲۵)۔

اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے بوقتِ ضرورت مجادلہ و مناظرہ بھی فرماتے رہئے مگر اچھے انداز و طریقے سے، بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ کون گمراہ ہے سیدھے راستہ سے اور وہی زیادہ جاننے والے ہیں ہدایت یافتہ لوگوں کو۔ اس آیتِ پاک میں دعوت الی سبیلِ رب کے دو طریقے تلقین فرمائے گئے ہیں۔

دعوتِ دین کے دو طریقے

اول: حکمت و مصلحت دیکھ کر دعوت دینا، اچھے و مناسب الفاظ میں،

اچھے مناسب طرز کے ساتھ جس سے مخاطب کے ضمیر پر اثر واقع ہو اور کہا گیا ہے کہ قرآنی مواعظ کے ساتھ دعوت دینا مراد ہے، نیز معارف القرآن ادریسی ص ر۲۷۰ ر میں لکھتے ہیں: محکم دلائل کے ساتھ دعوت دینا یہ دعوت بالحکمۃ ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محکم دلائل سے شمس وقمر اور ستاروں کی اُلوہیت کو باطل کیا اور خداوندِ قدوس کا معبودِ برحق ہونا ثابت فرمایا ہے۔

دعوت بالموعظۃ الحسنۃ، عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دینا

دوم: دوسری قسم وہ نصیحت ہے جو کہ نرمی اور دلسوزی کے ساتھ ہو جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر کو دعوتِ توحید دی جس کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا: ''یَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ و لَا یُغْنِیُ عَنکَ شَیْئاً'' (سورہ مریم آیت: ۴۲)۔

اے میرے اباجان آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

دعوت بالمجادلہ یعنی مناظرہ

سوم: تیسری قسم دعوت بالمجادلہ ہے یعنی حسبِ ضرورت بحث ومباحثہ کرنا پڑے تو نہایت عمدہ طریقے سے مناظرہ کرنا چاہیئے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے جواب میں فرمایا تھا ''فَاِنَّ اللّٰهَ یَأتِیُ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

فَأتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ"(سورۂ بقرآیت:۲۵۸)۔

کہ میرا رب تو ہر روز سورج مشرق سے نکالتا ہے اگر تیرے اندر طاقت وہمت ہو تو مغرب سے نکال دے یہ سن کر وہ کافر مبہوت و حیران ہو گیا یہ دعوت بالمجادلہ تھی۔

انبیاءؑ کی دعوت اولاً توحید کی طرف تھی

الغرض یہاں یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت اولاً توحید کی طرف تھی یعنی غیر مسلموں کو توحید واسلام کی طرف لانے کی کوشش تھی، پھر اعمالِ صالحہ کی طرف لا کر ان کی اصلاح مقصود تھی، اوران اکابر نے اپنی دعوت و تبلیغ میں اصولِ مذکورہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا بے اصولی کبھی اختیار نہیں فرمائی، حالانکہ ان حضرات سے زیادہ دردو غم اوروں کو نہیں ہوسکتا ہے جو بالکل واضح ہے۔

حکمت کے ساتھ دعوت دینا

تفسیر جواہر القرآن:ص:۱۷/ج:۸/میں دعوت بالحکمۃ کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا"خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَاهُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ"(سورۂ نحل آیت:۴)۔

ترجمہ:اللہ پاک نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر بھی وہ صراحۃً جھگڑا کرتا رہتا ہے اور آیات اِنعام"وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا"(سورۂ نحل آیت:٦٨)۔

اورآپ کے پروردگار نے شہد کی مکھی کی رہنمائی فرمائی اس بات کی کہ وہ پہاڑوں کے اندر اپنے مکانات بنائے، نیز خالقِ ارض سماوات فرماتے ہیں "اَوَلَمْ یَرَوْ اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ الخ" (سورۂ ملک آیت:۱۹)۔

ترجمہ: کیا انہوں نے پرندوں کونہیں دیکھا کہ وہ ان کے اوپر صف بصف آتے ہیں اورعوام الناس کیلئے موعظۂ حسنہ یعنی" لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ" (سورۂ زمر آیت:۱۰) جیسی آیات کے مضامین ہیں اور تیسری قسم کی مثال وہ آیات ہیں جو بنات کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں کہ کفار لڑکیوں کومعیوب سمجھا کرتے تھے، ان کی تردید کی گئی ہے، تفسیر بحر محیط: ص:۵۳ ج:۵/ میں ہے کہ مواعظ حسنہ سے مراد وعدو عید، خوف اور امید والے مضامین ہیں، جنت وجہنم، ثواب وعقاب کے تذکرے مراد ہیں۔

بصیرت کے ساتھ دعوت دینا

(۲) اس بات کی دوسری دلیل یہ آیت ہے، اللہ پاک فرماتے ہیں:
"قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" (سورۂ یوسف آیت:۱۰۸)۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر اور جو میرے ساتھ ہیں اور اللہ کی ذات پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

یعنی میرا راستہ یہی خالص توحید کا راستہ ہے میں تمام دنیا کو دعوت دیتاہوں کہ سب خیالات واوہام چھوڑ کرایک خدا کی طرف آئیں، اس کی توحید اسکی صفات وکمالات اوراسکے احکام وغیرہ کی معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں، میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستہ پر حجت اور برہان اور بصیرت ووجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں، خدانے مجھ کوایک ہدایت کا نور بنادیا جس سے سب ہم راہیوں کے دماغ روشن ہوگئے، یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں خالص توحید کا معاملہ ہے اور ہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت وبصیرت کی خاص روشنی اور عبودیتِ محضہ کی خاص لذت محسوس کرکے بے ساختہ پکاراٹھتاہے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَمَااَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ'' (سورۂ یوسف آیت:۱۰۸)۔

دعوت الی اللہ کی مختلف صورتیں

معلوم ہوا کہ انسان کے کلام میں سب سے افضل واحسن وہ کلام ہے، جس میں دوسروں کودعوتِ حق دی گئی ہو،اور دعوت الی اللہ کی سب صورتیں اس میں داخل ہیں، یعنی مدارسِ اسلامیہ، خانقاہیں، مراکزِ تبلیغ، مکاتبِ قرآنیہ، درس وتدریس،تصنیف وتالیف،انفرادی اوراجتماعی طور پر سمجھانا خیر کی طرف بلانے کی جملہ محنتیں اوران کے مقامات۔

مؤذن بھی داعی ہے

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ یہ آیت مؤذنوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ لوگ نماز کی طرف بلاتے ہیں، اس لئے اذان کے بعد کی دعاء میں اذان کو دعوتِ تامہ فرمایا گیا، کہ مختصر الفاظ میں اثباتِ توحید ورسالت اور دعوت الی الاعمال الصالحہ ہے، جس کا اعلیٰ فرد نماز ہے، تو اذان وہ دعوتِ تامہ ہے، جو پانچوں وقت مسجد کے پلیٹ فارم سے تمام انسانوں کے نام نشر ہوتی ہے، جس میں مسلم وغیر مسلم سب کیلئے یکساں دعوت ہے، نماز بھی دعوت وتبلیغ پر مشتمل ہے، کہ اس میں شعارِ الٰہی کا علی العموم اظہار ہے، اسی طرح وہ دیگر عبادات بھی جو علی الاعلان ادا کی جاتی ہیں، یہ سب دعوت وتبلیغ کے مظاہرے ہیں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ داعی ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید ومعرفت کی طرف بلا رہا ہے، اور غور وفکر کی دعوت دے رہا ہے، پھر مسلمان کو کیوں نہ سراپا دعوت وتبلیغ ہونا چاہیے، اس کا لباس، رفتار وگفتار، معاملات، اخلاق اسقدر شریعت مطہرہ کے مطابق ہونے چاہئیں کہ اس کا وجود ہی دعوت وتبلیغ ہو جائے، اور دعوتِ عملی دعوت قولی ولسانی سے زائد مؤثر ہوتی ہے، حضراتِ صحابۂ کرامؓ وتابعینِ عظام اسی طرز کے حضرات تھے، یہ مطلب نہیں کہ وہ زبان سے دعوت وتبلیغ نہ کرتے تھے، بلکہ زبان سے بھی کرتے تھے، حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر چہ اس کا مصداق رسول کریم ﷺ ہیں، مگر یہ آیت عام ہے، ہر اس شخص کے بارے میں جو اللہ کی طرف دعوت دے، اور نیک کام کرے۔ نیز توحید کی دعوت عام ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کی تبلیغ کا انداز

اللہ پاک فرماتے ہیں: قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْآ اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ الخ (سورۂ آل عمران آیت:۶۴)۔

اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب ایسے کلمہ کی جانب آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان اس امر میں برابر ہے کہ ہم نہ عبادت کریں گے مگر ایک اللہ کی۔

اس آیت مبارکہ میں باری تعالیٰ نے جس دعوت کا حکم فرمایا ہے وہ تمام اقوام، تمام ادیان، تمام قسم کے دین والوں کو دعوت دینا ہے، کفار ہوں یا نصاریٰ ویہود ہوں یا مجوسی ہوں، دنیا کی کوئی بھی قوم ہو۔

دعوت کی دو صورتیں بالکتاب و بالخطاب

پھر یہ دعوت تحریراً ہو جس کو دعوت بالکتاب کہا جاتا ہے، دعوت بالخطاب والکلام ہو، چنانچہ یہ سب صورتیں احادیثِ شریفہ میں مذکور ہوئی ہیں، یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس میں صاف طور پر آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امرِ الٰہی کے تحت سب کو عمومی طور پر دین کی طرف بلایا اور ایک ایسی بات کی طرف بلایا جو سب کے نزدیک متفق علیہ اور مشترک ہے، جس میں کسی کا کوئی اختلاف بھی نہیں ہے وہ ہے توحید، چنانچہ قرآنِ پاک نے اس کلمہ کو سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ یعنی

مشترکہ بات قرار دیا ہے یعنی یہ مضمون جو کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا مضمون ہے اور جس میں صرف توحید کا اعلان ہے اور یہ ہے کہ ہم کسی غیر اللہ کی عبادت نہ کریں گے اور کسی دوسرے کو اللہ کو چھوڑ کر رب نہ بنائیں گے، یہ پورا مضمون سب کے نزدیک متفق علیہ ہے اور اس میں رسولِ پاک ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا بھی داخل ہے، کہ اس توحید کا اعتبار نہیں جس میں رسالت پر ایمان نہ ہو، حضرت امام بخاری قدس سرہ نے اس آیت کی تفسیر وتشریح میں وہ حدیث نقل فرمائی جس میں رسول اللہ ﷺ نے اُس دور کے رومیوں کو جو نصاریٰ اور اہلِ کتاب تھے دعوت دی تھی ارشادِ باری کی تعمیل میں، پوری حدیث اس طرح ہے:

حضرتِ اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک دراز گوش پر سوار ہوئے جس پر فدک کی (بنی ہوئی) چادر پڑی تھی، اور اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھالیا، آپ ﷺ سعد بن عبادہ کو پوچھنے گئے (جو بیمار تھے) بنی حارث بن خزرج کے محلّہ میں یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے، راستہ میں ایک مجلس پر گزر ہوا جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول (مشہور منافق) بیٹھا تھا اس وقت تک عبداللہ بن ابی (ظاہر میں بھی) مسلمان نہیں ہوا تھا، اس مجلس میں سب قسم کے لوگ تھے کچھ مسلمان، کچھ مشرک بُت پرست، کچھ یہودی، کچھ مسلمان، اس مجلس میں عبداللہ بن رواحہؓ (مشہور صحابی) بھی تھے، جب سواری کے پاؤں کی گرد مجلس والوں پر پڑنے لگی (یعنی سواری مبارک قریب آن پہنچی) تو عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک ڈھانک لی، اور کہنے لگا اجی ہم پر گرد مت اڑاؤ، حضور ﷺ نے

مجلس والوں پر سلام کیا اور ٹھہر گئے، پھر سواری سے اترے، ان مجلس والوں کو اللہ کی طرف بلایا (اسلام کی دعوت دی) ان کو قرآن پڑھ کر سنایا، اس وقت عبداللہ بن ابی کہنے لگا بھلے آدمی تیرا کلام بہت اچھا ہے اگر سچ بھی ہے تو بھی ہم کو ہماری مجلسوں میں مت سنا، اپنے ٹھکانے جا اور جو تیرے پاس آئے اس کو یہ قصہ سنا، عبداللہ بن رواحہؓ (جو پکے مسلمان اور حضور ﷺ کے جان نثار تھے) کہنے لگے یا رسول اللہ! نہیں ہر ایک مجلس میں آپ تشریف لایا کیجئے، ہم کو یہ بہت اچھا لگتا ہے۔

اس گفتگو پر مسلمان اور مشرک اور یہودی لوگوں میں گالی گلوچ شروع ہوئی، قریب تھا کہ ایک دوسرے پر اٹھ کھڑے ہوں (حملہ کر بیٹھیں) حضور ﷺ ان کو دھیما کر رہے تھے (سمجھا رہے تھے کہ لڑو نہیں) آخر وہ خاموش ہو گئے، اس وقت آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر چلے گئے، سعد بن عبادہؓ کے پاس پہنچے اور سعدؓ سے فرمایا تم نے ابو حباب یعنی عبداللہ بن ابی کی گفتگو نہیں سنی، اس نے مجھ سے ایسی ایسی سخت (باتیں) کی ہیں، سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ معاف کر دیجئے درگزر فرمایئے، بات یہ ہے: قسم اس پروردگار کی جس نے آپ پر قرآن اتارا، قرآن بیشک سچا کلام ہے جو اللہ نے آپ پر اتارا، اس بستی والوں (یعنی مدینہ والوں) نے (آپ کے تشریف لانے سے پہلے) یہ ٹھہرایا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو سرداری کا تاج پہنا کر عمامہ شاہی اس کے سر پر لپیٹیں گے، (یعنی اس کو مدینہ کا رئیس بنائیں گے) مگر اللہ کو یہ منظور نہ تھا، اللہ کو تو آپ ﷺ کو اپنا سچا کلام دیکر سردار بنانا منظور ہوا، وہ (غصے اور حسد سے) جل گیا، اس غصے اور حسد کی وجہ سے اس نے ایسی بے ادبی کی باتیں منھ

سے نکالیں، حضورﷺ نے سعدؓ سے یہ سن کر عبداللہ بن ابی کا قصور معاف کردیا اور حضورﷺ اور آپ کے اصحابؓ (جب تک جہاد کا حکم نہیں اترا تھا) برابر مشرک اور اہلِ کتاب لوگوں کی سخت کلامی سے درگزر اوران کی ایذادہی پر صبر کرتے رہتے، جیسے اللہ نے حکم دیا تھا، فرمایا: وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْآ اَذًى كَثِيْرًا (سورۂ ال عمران آیت:۱۸۶)۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اخیر آیت تک اور حضورﷺ کافروں کی ایذادہی پر وہی طریقہ اختیار کرتے تھے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا (یعنی صبر اور شکر کا جادہ) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے باب میں جہاد کی اجازت دی، جب حضورﷺ نے بدر کا جہاد کیا اوراس جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قریش کے بڑے بڑے کافر رئیسوں کو قتل کرایا تو عبداللہ بن ابی اس وقت (ڈرکر) اپنے ساتھ والوں مشرک بُت پرستوں سے کہنے لگا اب تو اس دین میں شریک ہونے کا موقع آن پہنچا (اس کا غلبہ ہوگیا) تو اسلام لاکر پیغمبر صاحب سے بیعت کرلو، اس پر وہ مسلمان ہوگئے (تیسیر الباری رص:۶۹رج:۶)۔

توحید کی دعوت عام ہے

نیز یہ حدیثِ پاک یہ بات بھی ثابت کرتی ہے کہ توحید کی دعوت عام ہے، یہی قرآن پاک کا واضح پیغام ہے کہ توحید کی امانت سب کو پہونچائی جائے اوراس کیلئے تدبیریں اور طور وطریقے تلاش کئے جائیں جو اشخاص کے

احوال اور ماحول کے مناسب ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے قول: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ الخ کی تفسیر میں یہ روایت اس طرح آئی ہے: ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے ہشام بن یوسف سے، انہوں نے معمر سے، دوسری سند امام بخاریؒ نے کہا، اور مجھ سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا کہا ہم کو عبدالرزاق نے خبر دی، کہا ہم کو معمر نے انہوں نے زہری سے، کہا مجھ کو عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی، کہا مجھ کو عبداللہ بن عباسؓ نے کہا مجھ سے ابوسفیان نے، منہ درمنہ بیان کیا، وہ کہتے تھے جس زمانہ میں مجھ میں اور حضور ﷺ میں صلح تھی (یعنی صلح حدیبیہ کے زمانہ میں) میں شام کے ملک میں تھا اتنے میں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ایک خط ہرقل (بادشاہِ روم) کے نام آیا ہے، یہ خط دحیہ کلبیؓ لائے تھے، انہوں نے لاکر بصرہ کے رئیس کو دیا، اس نے ہرقل کو دیا، تب ہرقل کہنے لگا دیکھو تو یہاں اس قوم کا بھی کوئی شخص ہے (یعنی قریش کا) جس قوم میں یہ صاحب پیدا ہوئے ہیں جو پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا، ہاں ہے، ابوسفیان کہتے ہیں پھر میں قریش کے چند آدمیوں کیساتھ بلایا گیا، ہم لوگ ہرقل کے پاس گئے، اس نے اپنے روبرو ہم کو بٹھایا اور پوچھنے لگا تم لوگوں میں ان صاحب کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ جو اپنے تیئں پیغمبر کہتے ہیں، میں نے کہا میں ان کا قریبی رشتہ دار ہوں، اس وقت ہرقل

نے مجھ کو اپنے سامنے کرلیا، اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے، پھر اپنے مترجم کو بلایا، اور اس سے کہنے لگا ان لوگوں سے کہہ جو اس کے پیچھے بیٹھے ہیں اس سے (یعنی ابوسفیان سے) ان صاحب کا حال پوچھوں گا جو اپنے تئیں پیغمبر کہتے ہیں، اگر یہ جھوٹ بیان کرے تو تم کہہ دینا جھوٹا ہے (اگر سچ بیان کرے تو خاموش رہنا، ابوسفیان کہتے ہیں خدا کی قسم اگر مجھ کو یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی (اگر میں غلط بیان کرونگا) مجھ کو جھوٹا کہیں گے تو میں جھوٹ بول دیتا۔

خیر! اب ہرقل نے اپنے مترجم سے کہا اس سے پوچھ ان صاحب کا خاندان کیسا ہے، میں نے کہا ان کا خاندان تو بہت عمدہ ہے (شریف گھرانہ ہے) پھر کہنے لگا اچھا ان صاحب کے باپ داداؤں میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے، میں نے کہا نہیں، پھر کہنے لگا اچھا پیغمبری کا دعویٰ کرنے سے پہلے کبھی تم نے ان کو جھوٹ بولتے دیکھا ہے، میں نے کہا نہیں (کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا) پھر کہنے لگا اچھا ان کی پیروی بڑے آدمیوں (امیروں) نے کی یا غریبوں نے، میں نے کہا غریبوں نے، پھر کہنے لگا کہ اچھا ان کے تابعدار لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں، میں نے کہا بڑھ رہے ہیں، پھر کہنے لگا اچھا ان کے دین میں کوئی آکر پھر اس کو بُرا سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے، میں نے کہا نہیں، کہنے لگا اچھا تم سے ان کی کبھی لڑائی بھی ہوئی، میں نے کہا ہاں تو کہنے لگا لڑائی کا انجام کیا ہوا، میں نے کہا ہماری اور ان کی لڑائی ڈولوں کی طرح ہے، کبھی ان کی فتح

ہوتی ہے اور کبھی ہماری، کہنے لگا اچھا وہ عہد شکنی کرتے ہیں، میں نے کہا نہیں لیکن اب ایک مدت کیلئے ہماری ان میں صلح ہوئی ہے، دیکھئے وہ اس مدت میں کیا کرتے ہیں (شاید عہد شکنی کریں) ابوسفیان نے کہا ساری گفتگو میں مجھ کو کوئی غلط بات ملانے کا موقع نہ ملا، بس اس بات میں اتنا کہنے کا مجھ کو موقع ملا کہنے لگا کہ اچھا ان سے پہلے بھی کسی شخص نے (عرب لوگوں میں) پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے، میں نے کہا نہیں، بس جب یہ گفتگو ہو چکی، تو ہرقل اپنے مترجم سے کہنے لگا اس شخص (یعنی ابوسفیان) سے کہہ میں نے تجھ سے ان کا خاندان پوچھا تو کہا ہے ان کا خاندان بہت عمدہ ہے، اور پیغمبروں کا یہی قاعدہ چلا آیا ہے، ہمیشہ شریف خاندان سے پیدا ہوتے ہیں، پھر میں نے تجھ سے پوچھا ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہے، تو نے کہا نہیں، یہ میں نے اس لئے پوچھا کہ اگر ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ خیال کرتا وہ اپنی گئی گزری بادشاہت کے (اس بہانے سے) خواستگار ہیں، پھر میں نے تجھ سے پوچھا اس کے تابعدار غریب لوگ ہیں یا بڑے آدمی، تو نے کہا غریب لوگ، تو پیغمبروں کے تابعدار (شروع شروع) میں ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں، پھر میں نے پوچھا تم نے نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے کبھی ان کو جھوٹ بولتے دیکھا، تو نے کہا نہیں، اس سے میں نے یہ بات نکالی ہے کہ جب وہ آدمیوں کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے تو اللہ جل جلالہ پر کیونکر جھوٹ باندھنے لگے (کہ

پیغمبر نہ ہوں اور اپنے تئیں پیغمبر کہہ دیں) پھر میں نے تجھ سے پوچھا ان کے دین میں کوئی داخل ہو کر پھر اس کو برا سمجھ کر پھر جاتا ہے، تو نے کہا نہیں، ایمان کا یہی حال ہے، جب اس کی خوشی دل میں سما جاتی ہے تو پھر نہیں نکلتی، پھر میں نے تجھ سے پوچھا ان کے تابعدار لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں، تو نے کہا بڑھ رہے ہیں، ایمان کا یہی حال رہتا ہے (اپنی حد پوری ہوئے تک اس میں گھٹاؤ نہیں ہوتا) پھر میں نے تجھ سے پوچھا کہ تمہاری اور ان کی لڑائی ہوئی ہے، تو نے کہا کہ ہاں ہوئی ہے، اور لڑائی کا انجام ڈولوں کی طرح رہتا ہے، کبھی ان کی طرف فتح اور کبھی تمہاری طرف، پیغمبروں کی یہی کیفیت رہتی ہے، ان کا امتحان ہوتا رہتا ہے، آخر میں انہی کو غلبہ ہوتا ہے، پھر میں نے تجھ سے پوچھا ان سے پہلے کبھی کسی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا، تو نے کہا نہیں، اس سے میرا مطلب یہ تھا اگر ان سے پہلے کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا یہ بھی اسی شخص کی چال چلنا چاہتے ہیں، آخر اس سے ہرقل نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ وہ کہتے کیا ہیں کیا حکم دیتے ہیں، میں نے کہا وہ کہتے ہیں نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، ناتے والوں سے اچھا سلوک کرو، بدکاری سے بچے رہو، تب ہرقل کہنے لگا اگر تو سچ کہتا ہے تو وہ بیشک اللہ کے پیغمبر ہیں، اور میں (اگلی کتابوں کی رو سے یا نجوم کی رو سے) یہ جانتا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والے ہیں لیکن مجھ کو یہ گمان نہ تھا کہ وہ پیغمبر تم لوگوں یعنی عربوں میں پیدا ہوں گے، اگر میں یہ سمجھوں کہ میں ان تک پہنچ جاؤں گا تو

مجھ کوان سے ملنے کی بڑی آرزو ہو، اگر میں ان کے پاس ہوتا تو (گو میں بادشاہ ہوں) مگر ان کے پاؤں دھوتا اور دیکھو (ایک روز ایسا آنے والا ہے) کہ اس کی سلطنت یہاں تک آجائے گی، جہاں میرے پاؤں ہیں۔

اس کے بعد ہرقل روم نے حضور ﷺ کا خط منگوایا، اس کو کھول کر پڑھا، اس میں یہ لکھا ہوا تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، ہرقل روم کو معلوم ہو کہ جو شخص سچے راستے کی پیروی کرے اس پر سلام، امابعد!

میں تجھ کو اسلام کے کلمے لا الٰہ الا اللّٰہ کی طرف بلاتا ہوں، مسلمان ہو جا، بچا رہے گا مسلمان ہو جا، اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا، اگر تو نہ مانے گا تو یہ سمجھ رکھ تیری رعایا کا بھی وبال تجھ پر پڑے گا، اس کے بعد یہ آیت تھی: قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْآ اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَاِلَّا اللّٰہ، مسلمون تک، جب ہرقل یہ خط پڑھ چکا تو بڑا غل مچا، بک بک ہونے لگی اور ہم کو باہر جانے کا حکم دیا گیا، ہم باہر چلے آئے اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ابو کبشہ کے بیٹے کا تو بڑا درجہ ہوگیا، بنی اصفر (زرد لوگوں) کا بادشاہ ان سے ڈرتا ہے، ابوسفیان کہتے ہیں اس روز سے مجھ کو برابر یہ یقین رہا کہ حضور ﷺ (ایک روز) ضرور غالب ہوں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خود مجھ کو اسلام کی توفیق دے دی۔

زہریؒ نے کہا ہرقل نے روم کے سرداروں کو بلوا بھیجا ان کو ایک محل میں جمع کیا (اور دروازے بند کرادیئے) کہنے لگا روم کے لوگو! تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ کیلئے خوش و خرم رہو اور تمہاری سلطنت قائم رہے (اگر یہ چاہتے ہو تو مسلمان

ہوجاؤ) یہ سنتے ہی گورخروں کی طرح (اس کلام سے نفرت کرکے) بھاگے، دیکھا تو دروازے بند ہیں (اب کدھر جائیں) آخر ہرقل نے پھر ان کو بلایا اور کہنے لگا میں نے تمہارے دین کی سختی آزمانے کیلئے تم سے یہ کہا تھا (کہ مسلمان ہوجاؤ) اب میں خوش ہوا جو میں چاہتا تھا (کہ نصرانیت پر مضبوط رہو) وہ میں نے آنکھوں سے دیکھ لیا، یہ سنتے ہی سب سرداروں نے سجدہ کیا اس سے راضی ہوگئے (تیسیر الباری رص:۵۷رج:٦)۔

غلو فی الدین کی ممانعت

باری تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (سورۂ مائدہ: آیت:۷۷)۔ ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی من مانی باتوں پر نہ چلو جو پہلے (خود بھی) گمراہ ہوچکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کرچکے ہیں، اور راہِ راست سے (بہت) بھٹک چکے ہیں (توضیح ترجمۂ قرآن)۔

معلوم ہوا کہ کسی قوم کی مخصوص خواہشات پر عمل کرنے سے احتیاط ضروری ہے ورنہ بھٹک جانے کا اندیشہ ہے اور دین میں غلو کرنے کی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔

آج ایک طبقہ سخت غلو کا شکار ہے، مستحب چیزوں کو فرضِ عین قرار دے رہا ہے، اور ایک ہی طرز سے تبلیغِ دین کو تبلیغ کی پوری حقیقت قرار دے رہا ہے

اورایک ہی ''اللہ کا راستہ'' بتارہاہےاورسارے شعبوں کی نفی کررہاہے،جس کے ازالہ اور اصلاح کیلئے علماء کرام محنتیں کر رہے ہیں ، اللہ پاک صحیح سمجھ نصیب فرمائے اور دین کی غلط تعبیر وتشریح سے ملت کی حفاظت فرمائے، کہ اس سے بڑے سنگین فتنے جنم لے رہے ہیں،جن کا بزرگوں کوخوف واندیشہ تھا،ایک جگہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا۔(مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ملفوظ نمبر ۳۵ر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ)۔

اوراب تو غلو کی انتہا ہوچکی ہے بلکہ ضلالت وگمراہی کی باڑھ آ گئی ہے، اگراس خیال میں رہوگے کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، اگر ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہوتی تو نبیوں کو کیوں بھیجتا، ہدایت دینے کیلئے انبیاءؑ کو بھیجا، حضورﷺ نے فرمایا کہ اگرکوئی ایسی جماعت باقی رہے جس کے ساتھ میں خود نکلوں، اتنا جذبہ اس راستہ میں نکلنے کا تھا۔

اور پہلے تمام بزرگوں نے جنہوں نے خانقاہی لائن سے کام کیا انہوں نے اپنی طرف دعوت دی نہ کہ اللہ کی طرف انہوں نے اپنی عقیدت کی دعوت دی تھی ، مدارس اور خانقاہیں انفرادی عمل ہیں یہی کام جہاد کا ہے، اب جہاد کا وقت نہیں ہے، ابھی غیروں کو دعوت دینے کا وقت نہیں آیا ابھی تو اپنے ہی درست نہیں ہوئے ،صرف امر بالمعروف کرو، نہی عن المنکر تو ضمناً ہوجائے گا، یہ ایسی باتیں ہیں کہ ہر جملہ کی تردید میں مستقل ایک رسالہ لکھا جاسکتا ہے، چنانچہ علماء حقانیین بلاخوف لومۃ لائم کچھ لکھ بھی رہے ہیں اور روک ٹوک بھی کررہے ہیں اور فتوے

بھی جاری کر رہے ہیں، چنانچہ انہی باتوں پر دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ آیا ہے اور اس سے قبل کبار علماء نے غلط باتوں کی تردید فرمائی ہے۔

اول جزء میں ''اگر ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہوتی تو نبیوں کو کیوں بھیجتا'' بڑا غلط جملہ ہے، اگر اس میں شک ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے یا نہیں تو یہ بھی خطرناک ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ براہِ راست ہدایت نہیں دیتے یہ بھی غلط ہے، وہ براہِ راست بھی ہدایت دیتے ہیں، کتابیں بھی نازل فرماتے ہیں، فرشتوں کو بھیجدیتے ہیں، بلا کتب اور بلا ملائک بھی ہدایت دیتے ہیں وحی کی ایک صورت یہ بھی ہے۔

خود نبیوں کو ہدایت دینے والا کون ہے

یہاں چند سوالات ہیں (۱) نبیوں کو ہدایت دینے والا کون ہے؟ ظاہر ہے کہ عاقل کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ پاک ہے، چنانچہ خود انبیاءؑ نے صراط مستقیم کی اور ہدایت کی اللہ سے دعا فرمائی ہے، **اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَاتَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ** (سورۂ ص، رکوع:۱۰)۔

ترجمہ: جب وہ داؤدؑ کے پاس پہونچے تو وہ ان سے گھبرا گئے تھے، وہ لوگ بولے آپ ڈریئے نہیں (ہم) دو اہل مقدمہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے (ترجمۂ توضیح القرآن)۔

خود رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ سورۂ فاتحہ میں اور صحابۂ کرامؓ اور تمام امت نے یہی دعا فرمائی اور بے شمار دعاؤں میں ہدایت کا سوال اللہ پاک سے فرمایا: اللھم اھدنی لا حسن الاخلاق فانہ لایھد یھا الاانت الخ وغیرہ واھدنا سبل السلام اور اس جیسی بہت سی دعائیں جہاں اللہ ہی سے ہدایت کی طلب فرمائی گئی ہے۔

اگر نبیوں کے ہاتھ میں ہدایت ہوتی تو ہر شخص ایمان والا ہو جاتا

دوم: نبیوں کی بات سے ہر جگہ، ہر طبقہ ایمان لایا ہے، اس کا جواب بھی یہ ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے، چنانچہ حضرت نوحؑ کی ساڑھے آٹھ سو برس کی محنت بلیغ سے کتنے ایمان لائے، حضور پاک ﷺ کے چچا محترم کے بارے میں آیت: اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ صاف واضح کر دیتی ہے کہ اللہ پاک کے ہاتھ میں ہدایت ہے، اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا اللہ پاک سے ہر مؤمن ہر نماز میں کرتا ہے، اگر اللہ کے ہاتھ میں ہدایت ہونے کا عقیدہ ایمانی عقیدہ نہ ہوتا تو اس دعا کا کیا مطلب ہے؟ اور کیوں تعلیم فرمائی گئی ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا، میں صاف طور پر بتایا گیا ہے اگر اللہ چاہتے تو سب کو ہدایت دیتے اور اس جیسی بے شمار نصوص ہیں جو اس بات کے خلاف حجت ہیں جو بعض ان علماءِ عصر کا ذہن ہے جو تبلیغ کا فقط ایک طریقہ ایک مخصوص طرز کے داعی ہیں۔

ہدایت وحی کے ذریعہ سے آتی ہے

پھر ہدایت کا تعلق اللہ پاک کی وحی کے ساتھ ہے، چاہے وہ بلا واسطہ ہو یا بواسطہ ہو، جیسے قرآن پاک اور حدیث پاک ہے کہ قرآن بواسطہ جبرئیلؑ ہے اور حدیث بواسطہ رسول اللہ ﷺ ہے، اور حدیثِ قدسی میں جبرئیلؑ کا بھی واسطہ نہیں ہے وہ براہِ راست ہے، اس کی دلیل ہے کہ وحی واسطہ ہدایت ہے، قرآن کریم کی یہ آیت ہے قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ اِلَىَّ رَبِّىْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ۝ (سورۂ سباء:پ۲۲،آیت:۵۰)۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہوگیا تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہی رہے گا اور اگر میں ہدایت پر رہوں تو یہ اس وحی کی بدولت ہے جو میرا پروردگار مجھے کرتا رہتا ہے، بے شک وہ بڑا سننے والا بہت قریب ہے۔

(توضیحی ترجمۂ قرآن رص:۵۲۲)۔

نیز فرمایا: فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورۂ زخرف،آیت:۴۳)۔ترجمہ: بہر حال آپ اس سے تمسک کیے جایئے جو آپ پر وحی کیا گیا ہے، آپ بے شک سیدھے راستے پر ہیں (توضیحی ترجمۂ قرآن رص:۵۹۲)۔

رسولوں کو اللہ پاک نے ہدایت دیکر بھیجا

بلکہ رسولوں کو ہدایت دیکر بھیجنے والے اللہ پاک ہیں، هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًاo (سورہ فتح، آیت:۲۸)۔

ترجمہ: وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے (توضیحی ترجمہ قرآن ص:٦١٩)۔

ہدایت کے معنیٰ

حضرت علامہ ابن قیمؒ نے فرمایا ہے کہ ہدایت نام ہے معرفتِ حق اور اس پر عمل کرنے کا، لہذا جس کو اللہ پاک نے حق کا عارف وواقف نہیں بنایا وہ اس پر عمل بھی نہیں کرسکتا ہے تو اس کے ہدایت پر آنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، لہذا اصل ہدایت فضلِ باری عزوجل پر موقوف ہے، جب وہ کسی کو ہدایت پر لانا چاہتے ہیں تو اس کو ہدایت سے محبت کرنے والا بنادیتے ہیں وہ امورِ ہدایت کو ترجیح دینے لگتا ہے پھر اس پر عمل کرنے لگتا ہے، یہ ہدایت کسی نبی اور فرشتہ کے اختیار میں بھی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے

اللہ پاک کے ارشاد: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (سورہ قصص) اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (شوریٰ) میں بھی مراد

ہے اور جب اللہ پاک چاہتے ہیں تو آدمی کو حق کی معرفت ومحبت، حق سے ربط وتعلق پیدا فرمادیتے ہیں تو وہی مہتدی ہے جو حق کا عارف اور عامل ہو اور یہ اللہ پاک کی بندہ پر سب سے بڑی نعمت ہے، اسی لئے باری تعالیٰ نے ہمیں ہر دن ورات میں پانچوں نمازوں اور ان کے علاوہ سنن ونوافل میں بار بار ہدایت کے سوال وطلب کا حکم فرمایا ہے کیونکہ بندہ ہر حرکت وسکون یقظہ ونوم میں مرضیٔ مولیٰ کے حصول کا محتاج ہے اور اس کیلئے اس کو معرفت حق وصواب کی اشد ضرورت ہے (کذا فی الضوء المنیر)۔

بہر حال آدمی ہدایت کے حصول کا ہر وقت یعنی ماضی، حال و مستقبل میں محتاج وضرورت مند ہے، ماضی میں اس لئے ہے تا کہ صادر شدہ افعال کا محاسبہ کرے کہ وہ صحیح صادر ہوئے یا غلط، اگر صحیح صادر ہوئے تو شکر بجالائے اور مزید توفیقِ خیر مانگے، اور اگر غلط صادر ہوئے ہیں تو ان سے حق کی طرف نکل آئے اور اللہ پاک سے توبہ واستغفار کرے اور دوبارہ ان افعال کو کرنے سے سخت اجتناب کرے، حال میں اس لئے ہدایت کا مطلوب ہونا بھی واضح اور روشن ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس کے افعال واعمال مطابقِ صواب ہیں یا نہیں، اگر مطابق صواب ہوں گے تو فضل وثواب کا مستحق ہوگا ورنہ قہر وعتاب کا، العیاذ باللہ، اور مستقبل میں ہدایت کا مطلوب ہونا اول سے زائد اظہر ہے، تا کہ انسان صلاح وفلاح، اور فوز ونجاح سے ہمکنار ہو جائے۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ

مُسْتَقِيمٍ ○ (پ:۲/آیت:۲۱۳) ترجمہ: اور اللہ بتا دیتا ہے جسے چاہتا ہے راہِ راست (توضیحی ترجمہ/ص:۴۲)۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ (سورۂ فاطر، آیت:۸)۔

ترجمہ: تو کیا وہ جسے اس کا عمل خوشنما کر دکھایا گیا اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگا (اور جو باطل کو باطل ہی سمجھا دونوں کہیں برابر ہو سکتے ہیں) اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ دکھا دیتا ہے، سو ان پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے، بے شک اللہ ان کے کرتوتوں سے خوب واقف ہے (توضیحی ترجمہ/ص:۵۲۴)۔

ہدایت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (سورۃ القصص /آیت:۵٦)۔ ترجمہ: جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے، البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لئے اس کی مشیت ہوتی ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے (توضیحی ترجمہ)۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ○ (سورۂ سبا/آیت:۵۰)۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہوگیا تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہی رہے گا، اور اگر میں ہدایت پر رہوں تو یہ اس وحی کی بدولت ہے جو میرا پروردگار مجھے کرتا رہتا ہے، بے شک وہ بڑا سننے والا، بہت قریب ہے (توضیحی ترجمہ)۔

ہدایت اللہ کے ذکر سے آتی ہے

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍo (سورۃ الزمر آیت: ۲۲)۔

ترجمہ: سو جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر چل رہا ہے (کیا ایسا شخص اور اہلِ قساوت برابر ہو سکتے ہیں؟) سو بڑی خرابی ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہیں یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں (توضیحی ترجمہ)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کا ذکر نہیں کرتے ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں، پھر ان کے قلب میں صحیح بات نہیں آتی ہے اور سخت دل والا انسان ہی اللہ کی رحمت سے سب سے زیادہ دور ہوتا ہے جیسا کہ احادیثِ شریفہ میں آیا ہے، اس لئے دل کے اندر رقت ونرمی پیدا کرنے کیلئے اللہ کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے اور اس کی پھر یہ برکت ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کے واردات صحیح ہوتے ہیں اور ہدایت کا باب اس پر کھلتا ہے، یہی ہے جس کو فرمایا گیا یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ

یَّشَآءُ کہ اللہ پاک اپنے نور کی جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور جب ذکر اللہ کی کثرت سے انسان کا دل نرم ہوجاتا ہے تو یہ نرمی بسا اوقات اس کے اعضاء اور جوارح پر بھی ظاہر ہوتی ہے اس کی کھال بھی نرم ہوجاتی ہے اور بال بھی۔

چنانچہ ایک موقع پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍo اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ (سورۂ زمر، آیت: ۲۲، ۲۳)۔

ترجمہ: سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے، سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے سخت ہیں، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں، اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہوکر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (انوار البیان رص: ۱۰۶)۔

انبیاء اور اولیاء کی ہدایت کرنے کا مطلب راستہ دکھانا ہے

نیز آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ ہدایت دینے والے اللہ ہیں اور یہ اتنی واضح بات ہے جس میں کسی مسلمان کو کوئی شک نہیں ہوسکتا ہے اور جہاں ہدایت کو رسولوں، کتابوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ ہدایت کا راستہ انبیاءؑ بھی دکھاتے ہیں، اللہ پاک کی کتابیں بھی دکھاتی ہیں، چنانچہ جہاں اللہ کے نیک بندوں کی طرف ہدایت کو منسوب کیا گیا ہے وہاں بھی یہی مراد ہے کہ یہ حضرات ہدایت کا راستہ بتاتے ہیں دکھاتے ہیں کہ ایسے چلے جاؤ ہدایت پا جاؤ گے باقی ہدایت دینا پہنچانا منزل تک اللہ پاک کے ہی قبضۂ قدرت میں ہے۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍo۔ (سورۃ الزمر آیت:۳۶) ترجمہ: کیا اللہ اپنے بندۂ (خاص) کے لئے کافی نہیں؟ اور یہ لوگ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں (توضیحی ترجمہ)۔

نوٹ: اس آیت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس کو اللہ پاک گمراہ کردے وہ کہیں ہدایت نہیں پاسکتا، چونکہ ہدایت دینے والے فقط اللہ ہی ہیں۔

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰنِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ o (سورۃ الزمر آیت:۵۷) ترجمہ: یا کوئی یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ نے مجھے ہدایت دے دی ہوتی تو میں (بھی) پرہیزگاروں میں ہوتا (توضیحی ترجمہ)۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ ہدایت اللہ پاک ہی کے اختیار میں ہے وہی اصل ہادی ہیں، انہوں نے رسولوں کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے، یعنی رہنمائی کرنے کیلئے بھیجا ہے، چنانچہ انہوں نے رہنمائی فرمائی جس کو بہت سوں نے قبول کیا انہوں نے سعادت پائی اور بہت سوں نے انکار کیا ان کے حصہ میں شقاوت بدبختی کے علاوہ کچھ بھی نہیں آیا، اللہ پاک ہمیں اپنی پناہ میں رکھے، آمین یارب العالمین۔

خلق، ہدایت، کھانا پینا، مرض وشفا دینا موت وحیات دینا سب اللہ کے اختیار میں ہے

نیز اللہ پاک فرماتے ہیں: اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ ٥ وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ٥ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ ٥ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ٥ (سورۃ الشعراء، آیت: ۷۸تا۸۱)۔ ترجمہ: جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے، اور وہی مجھ کو کھلاتا ہے پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے، اور وہی مجھ کو موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا (توضیحی ترجمہ)۔

نوٹ: ان سب آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہدایت اللہ پاک ہی کی طرف سے آتی ہے وہی دیتے ہیں تو ہدایت ہوتی ہے، توفیق دینا انہیں کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ بیماری میں شفا دینا، بھوک میں کھانا دینا، پیاس کی شدت میں پانی دینا اور تمام ضروریات کو پورا کرنا صرف خداوند تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے وہی اذہان اور قلوب میں ڈالتے ہیں اور انسانوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں اور کرواتے ہیں۔